45

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

8 دسمبر 2004ء — 25 شوال المکرم 1425ھ

www.tanzeem.org

صدر مملکت، وزیر اعظم پاکستان اور وفاقی وزیر داخلہ سے مطالبہ

پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کیا جائے

قادیانیوں کو

- ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آئین پاکستان میں دوسری متفقہ ترمیم کے ذریعہ غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔
- ووٹر لسٹوں، پاسپورٹ و شناختی کارڈ کے فارموں میں ختم نبوت کا حلف نامہ رکھا گیا۔
- پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کیا گیا۔
  ربع صدی سے پاکستان کے تمام حکومتی ادوار میں اس پر عمل درآمد ہوتا رہا۔
  موجودہ دور حکومت میں قادیانیوں کی سازش سے ووٹر لسٹوں سے حلف نامہ حذف کیا گیا۔ اور پھر اسلامیانِ پاکستان کے اضطراب و احتجاج کے باعث اسے وفاقی حکومت نے واپس لیا۔
- اب پھر حکومتی دوائر میں قادیانی لابی نے شب خون مار کر پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ حذف کرا دیا ہے۔ حالانکہ یہ آئینی طور پر طے شدہ مذہبی و قومی مسئلہ تھا۔ جسے اب متنازعہ بنا کر اسلامیانِ عالم کو اضطراب اور اسلامیانِ پاکستان کو امتحان میں متبلا کر دیا گیا ہے۔
- پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ جہاں آئینی تقاضا تھا وہاں اس لئے بھی ضروری تھا کہ قادیانی بوجہ غیر مسلم ہونے کے حدودِ حرمین شریفین میں داخل نہیں ہو سکتے۔ سعودی عرب حرمین شریفین میں قانونی طور پر شاہ فیصل مرحوم کے دور سے ان کا داخلہ بند ہے۔ پاکستان میں دیگر ممالک کی نسبت قادیانی تعداد زیادہ ہے۔ پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ نہ ہونے کے باعث دھوکہ دہی سے وہ مسلمان بن کر حرمین شریفین چلے جاتے ہیں۔ اب مذہب کے خانہ کو پاسپورٹ سے حذف کر کے قادیانیوں کی چال اور دھوکہ دہی کو کامیاب بنانے کی حکومتی سطح پر نامناسب کوشش کی گئی ہے۔
- صدر مملکت، وزیر اعظم، وفاقی وزیر داخلہ، قادیانی لابی کی ناز برداری اور پرورش کی روش ترک کر کے پاسپورٹ کے فارم میں حلف نامہ اور پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کو حسب سابق فوری بحال کرنے کا آرڈر جاری کریں۔

آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان

اس شمارے میں

191 ملکوں کو امریکا کی وارننگ

رمضان المبارک کا اصل حاصل

آصف زرداری کی رہائی

تاریخ تحریکات احیائے اسلام (68)

کیا عورت کیلئے ''گھر'' قید خانہ ہے؟

امریکی مشن پیپرز

اخوان رہنما شہادت گاہ میں

ڈیورنڈ لائن

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ آل عمران (آیت 128 تا 129)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٩﴾﴾

’’(اے پیغمبر) اس کام میں تمہارا کچھ اختیار نہیں (اب دو صورتیں ہیں) یا اللہ اُن کے حال پر مہربانی کرے یا انہیں عذاب دے کہ یہ ظالم لوگ ہیں۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے‘‘۔

جنگ احد کے دوران مسلمانوں سے جو غلطیاں اور خطائیں ہوئیں اُن کی طرف بھی اشارہ ہے۔ یہاں حضور ﷺ سے بھی خطا کا ایک معاملہ ہو گیا اُس پر بھی گرفت ہے‘ بلکہ سب سے پہلے اُسی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

میدانِ اُحد میں خالد بن ولید کے غیر متوقع اچانک حملے سے فتح شکست میں بدل گئی اور مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی۔ اسی دوران دشمن کی تلوار کا وار آپؐ کے چہرے پر پڑا‘ رخسار کی ہڈی متاثر ہوئی‘ دو دانت شہید ہو گئے اور خون کا فوارہ چھوٹا جس سے سارا چہرہ خون آلود ہو گیا۔ پورے جسم سے اس قدر خون نکلا کہ آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب آپؐ ہوش میں آئے تو آپؐ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ اللہ اُس قوم کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگین کر دیا۔ ان الفاظ پر گرفت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! آپ کا کوئی اختیار نہیں۔ آپ کا کام تو صرف دعوت و تبلیغ ہے۔ ہدایت اور ضلالت کا فیصلہ ہم کرتے ہیں‘ آپؐ نہیں۔ اور دیکھئے اللہ کی شان کہ جس شخص کی بدولت مسلمانوں کا یہ سارا نقصان ہوا اور رسول اللہ ﷺ بھی شدید زخمی ہوئے اُسی شخص کو بعد ازاں ایمان نصیب ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اُسے ’’سیف اللہ‘‘ کا خطاب ملا‘ اور یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ اللہ کا اختیار ہے‘ وہ چاہے گا تو اُن کو توبہ کی توفیق دے گا‘ وہ ایمان لے آئیں گے‘ یا اللہ چاہے گا تو اُن کے کفر پر انہیں عذاب دے گا‘ اس لئے کہ ظالم تو وہ ہیں۔ انہوں نے گناہ کیا ہے‘ غلط کام کر کے وہ سزا کے حق دار ہو چکے ہیں‘ لیکن ہو سکتا ہے اللہ انہیں ہدایت دے دے۔

دیکھئے چند سال قبل طائف کا واقعہ گزر چکا۔ وہ بھی آپؐ پر انتہائی سختی کا دن تھا۔ اُس دن ملک الجبال نے آ کر کہا کہ مجھے اللہ نے بھیجا ہے اگر آپ فرمائیں تو اِن دونوں پہاڑوں کو ٹکرا دوں اور درمیان میں یہ طائف کی وادی پس کر سرمہ بن جائے۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں‘ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اُن کی آئندہ نسلوں کو ہدایت دے دے۔ لیکن اب یہ مرحلہ کچھ ایسا تھا کہ زبانِ مبارک سے ایسے الفاظ نکل گئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس وقت آپ پورے طور پر بیدار بھی نہ ہوئے ہوں اور اسی حواس کے تعطل کے عالم میں آپؐ نے یہ الفاظ کہہ دیئے ہوں‘ اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ اَلرَّبُّ رَبٌّ وَاِنْ تَنَزَّلَ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ وَاِنْ تَرَقّٰی رب رب ہی ہے چاہے کتنا ہی نزول فرمائے اور بندہ بندہ ہی ہے چاہے کتنا بلند ہو جائے۔ رات کے پچھلے حصے میں اللہ تعالیٰ سماء دنیا تک نزول فرماتے ہیں اور شب معراج میں حضور ﷺ ساتویں آسمان پر چلے گئے مگر اللہ پہلے آسمان پر آ کر بھی رب ہے اور حضور ﷺ ساتویں آسمان پر پہنچ کر بھی بندے ہیں۔

اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔

فرمانِ نبویؐ

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے آئینہ ہے

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِی هریرة رَضِیَ اللّٰه عنه قال قال رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُوا الْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْهُ ضَیْعَتَهٗ وَیَحُوْطُهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ)) (رواہ ابو داوٗد والترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے‘ اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اُس کے ضرر کو اس سے دفع کرتا ہے اور اس کے پیچھے سے اس کی پاسبانی و نگرانی کرتا ہے‘‘۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

جلد	2 تا 8 یکم دسمبر 2004ء	شمارہ
13	18 تا 25 شوال المکرم 1425ھ	45

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ڈاکٹر عبدالخالق
مرزا ایوب بیگ۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
چیک' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

191 ملکوں کو امریکا کی وارننگ

مشرق وسطیٰ میں موجود امریکی افواج کے کمانڈر جان ابی زید نے ایران اور دوسرے ممالک کو خبردار کیا ہے کہ وہ امریکا کی فضائی و بحری طاقت کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ انہوں نے اس تشویش کو مسترد کر دیا ہے کہ امریکی فوجیں عراق میں پھنس جانے کی وجہ سے کسی دوسرے ملک میں چیلنج کا جواب دینے کے قابل نہیں رہیں۔ ایران کو یہ جرأت نہیں ہونی چاہئے کہ وہ خفیہ طور پر ہمارے خلاف حرکت کرے۔ ہمارے پاس ناقابل تسخیر طاقت موجود ہے۔ انہوں نے بتایا کہ فلوجہ کی جنگ میں ہماری طاقت آزمائی کی مثال موجود ہے۔ اس جنگ میں صرف دس ہزار فوجی استعمال کیے گئے' جبکہ خلیج میں طیارہ بردار جہازوں سے فضائی حملے کیے گئے۔ امریکا دنیا میں کسی بھی جگہ فی مربع انچ کے حساب سے اس سے کہیں زیادہ فوجی طاقت استعمال کر سکتا ہے۔ ایٹمی طاقت میں دنیا کا کوئی ملک امریکا کی برابری نہیں کر سکتا۔ انہوں نے خاص طور پر (نام لئے بغیر) اسلامی ملکوں کو للکارتے ہوئے کہا کہ بڑھتی ہوئی اسلامی انتہا پسندی کو روکنے کے لئے جرأت مندانہ بین الاقوامی اقدامات کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے ''القاعدہ'' جیسی دہشت گرد تنظیموں کو انٹرنیٹ اور دیگر جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنے سے روکنا ہوگا۔ ان دہشت گردوں کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہ نفرت اور انتہا پسندی پھیلانے کے لئے انٹرنیٹ کا استعمال کریں۔ یہ لوگ میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے بڑے شاطرانہ طریقے سے اپنا یہ جھوٹ پھیلانا چاہتے ہیں کہ وہ بڑے طاقتور ہیں' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہرگز طاقتور نہیں ہیں۔ امریکی جنرل نے مزید کہا کہ انٹرنیٹ اور ویب سائٹ کے استعمال اور عرب میڈیا سے اپنی ویڈیو اور آڈیو ٹیپ نشر کرانے سے اُن کا مقصد اپنے نظریہ خلافت کو پھیلانا اور اپنے پیروکاروں کو عراق' سعودی عرب اور دوسرے مسلم ملکوں میں حملوں کے لئے اکسانا ہے۔ جدید دور میں دو چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے یہ دہشت گرد زیادہ خطرناک بن گئے ہیں۔ پہلی چیز ہے' ملکی سرحدوں سے ماوراء اطلاعات کی انتہائی برق رفتار ترسیل' اور دوسری چیز ہے ''القاعدہ'' جیسی تنظیم کے لئے تباہ کن ہتھیار حاصل کرنے کی صلاحیت۔ ایک اور اہم مسئلہ ''القاعدہ'' اور دوسری تنظیموں کو سرمایے کی فراہمی کا ہے۔ ہمیں ایسے لوگوں کا سراغ لگا کر انہیں سرمایے کی فراہمی سے روکنا ہوگا۔ سب سے بڑا اور سنگین مسئلہ یہ ہے کہ اگر ان دہشت گردوں کو تباہ کن اسلحہ فراہم ہوگیا تو یہ ضرور استعمال کر کے تباہی پھیلائیں گے۔ یہ انتہا پسند تنظیمیں سخت خطرناک ہیں اور یہ خطرہ ویسا ہی ہے جیسا **1890**ء کے عشرے میں بالشویکوں اور **1920**ء کے عشرے میں فسطائیوں کی طرف سے تھا''۔

یہ خلاصہ ہے اُس طویل دھمکی آمیز انٹرویو کا' جو جنرل ابی زید نے ایک معروف صحافی کو دیا' اور یہ طویل خلاصہ بھی بین السطور ایک ایسا اداریہ بننے کی گنجائش رکھتا ہے' جس پر کسی رائے زنی کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس میں جنرل صاحب نے ایک ابہام رکھ دیا ہے اور واضح طور پر یہ نہیں بتایا کہ ایران کے علاوہ وہ دوسرا ملک کون سا ہے جس سے وہ مخاطب ہیں۔ اقوام متحدہ کے **191** رکن ممالک میں سے ہر ملک کے عوام یہ سوچنے میں حق بجانب ہیں کہ طاقت آزمائی کا نشانہ انہیں ہی بنایا گیا ہے۔ لیکن درحقیقت اُن کا زورِ بیان دنیائے اسلام کی جانب ہے اور اُن کے گورو جارج ڈبلیو بش نے مسلم دنیا کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے' اپنے حلق کے اندر سے ''کروسیڈ'' کی جو گولی نکالی تھی' اُسی گولی کی وضاحت جنرل صاحب نے اپنے انٹرویو میں کی ہے اور دیدہ دانستہ اس میں امریکی جارحانہ عزائم کا پورا زہر بھر لیا ہے۔

امریکا کا جرنیل اپنی جس اقتصادی' مادی اور عسکری طاقت کا اعلان کر رہا ہے' وہ یہ کیوں بھول رہا ہے کہ اس طاقت کا چراغ انہوں نے مسلم سائنس اور مسلم طاقت ہی کے چراغ سے جلایا تھا۔ تین سو سال پہلے مغرب ''زمانہ تاریک'' میں تھا۔ انہوں نے روشنی کہاں سے لی تھی؟ مسلمانوں کی پوری ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ گواہ ہے کہ غیر مسلموں' یہودیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ انہوں نے ہمیشہ رواداری کا سلوک کیا۔ اپنی موجودہ طاقت کے گھمنڈ میں اہل مغرب کو ان احسانات کو فراموش نہیں کرنا چاہئے جو مسلمانوں نے علم و حکمت' اقتصاد' تہذیب و تمدن اور تخلیق و ایجاد کے شعبوں میں اُن پر کیے۔ اگر وہ واقعی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی اُمت ہیں' تو انہیں اتنا ضرور معلوم ہوگا کہ اصل طاقت اسلحے کی نہیں ہوتی۔ ہیروشیما' ناگاساکی اور فلوجہ کو بزور اسلحہ تباہ و برباد کر دینا بہادری نہیں' بزدلی ہے۔ انسانیت نہیں' حیوانیت ہے۔ تہذیب نہیں' بربریت ہے۔ امن پسندی نہیں' دہشت گردی ہے۔

یہ درست ہے کہ اسلامی دنیا فی الوقت نہایت کمزور ہے اور ''ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات'' لیکن اس کمزوری کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم نے اللہ اور اس کے دین کو چھوڑا تو اللہ نے ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ مسلمان اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کر لے تو بڑے سے بڑے دشمن کے مقابلے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ مسلمانوں کے محافظ اور مددگار بن جاتے ہیں۔ کاش کہ مسلمان اس صراط مستقیم کو اختیار کریں تو امریکہ کو دندان شکن جواب دینا اور نیو ورلڈ آرڈر کے طلسم کا تار و پود بکھیر دینا کوئی انہونی بات نہیں!

(ادارہ)

عالم اسلام کی خبریں

افغانستان

افغانستان میں اقوام متحدہ کے تین اہلکاروں کو اغوا کرنے والے مبینہ گروپ ''جیش المسلمین'' نے دھمکی دی ہے کہ اگر افغان حکومت نے مغویوں کی رہائی کے معاہدے پر عمل درآمد نہ کیا تو مزید غیرملکیوں کو اغوا کیا جائے گا۔ جیش المسلمین نے طالبان کے ساتھ اختلافات کے امکان کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ملاعمر عظیم مجاہد ہیں۔ جیش اور اُن کے مقاصد مشترک ہیں' لیکن تنظیمی لحاظ سے مختلف ہیں۔ ''جیش المسلمین'' کے سربراہ اکبر آغا نے 26 نومبر کو برطانوی نیوز ایجنسی رائٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ افغان حکومت نے ہمیں دھوکا دیا ہے اور 24 طالبان رہنماؤں کو رہا نہیں کیا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ کمانڈر ملا شبیر کو مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق ''جیش'' سے خارج کر دیا گیا ہے' کیونکہ وہ امریکی ایجنٹ تھا اور امریکا نواز افغان حکومت کے ساتھ خفیہ تعلقات تھے اور اُس نے بہت سے طالبان مجاہدین کو گرفتار کرایا تھا۔

انڈونیشیا

جمعہ 26 نومبر کو انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ میں ہزاروں مسلمانوں نے امریکی فوج کی قیادت میں عراق کے شہر فلوجہ پر جارحانہ حملے کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا جس میں ہزاروں مردوں اور خواتین نے شرکت کی۔ مظاہرین نے جکارتہ کی تمام اہم شاہراہوں پر مارچ کیا اور آخر میں امریکی سفارت خانہ کے باہر پہنچ کر امریکا مخالف نعرے بازی کی اور امریکا کے خلاف پوسٹرز اور جھنڈے لہرائے۔ ایک کتابچہ بھی امریکا کے صدر جارج بش کے خلاف تقسیم کیا گیا۔

ایران

حکومت ایران نے یورپی یونین سے ناکام مذاکرات کے بعد اعلان کیا ہے کہ ایران یورپی یونین کی ضمانت پر بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے ساتھ جوہری افزودگی 20 سنٹری فیوجز (مرکز گریزی) پر کام کرنے کے لئے تیار ہوسکتا ہے۔ اور یہ بات بین الاقوامی ایجنسی سے ہونے والے تحریری معاہدے میں شامل کی جاسکتی ہے۔

اسرائیل کے وزیراعظم ایریل شیرون نے ایران کے ایٹمی پروگرام کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے ایک انٹرویو میں کہا کہ ایران کو ایٹم بم بنانے سے روکنے کے لئے عالمی کوششوں کو بہت تیز اور سخت گیر ہونے کی ضرورت ہے۔ بین الاقوامی ایٹمی ایجنسی اور یورپی یونین کی کوششیں بہت ناکافی ہیں۔ ایران کو ایٹمی پروگرام سے روکنے کے لئے سخت سفارتی دباؤ اور اقتصادی پابندیوں کی ضرورت ہے۔

پاکستان

گزشتہ سال عام انتخابات کے بعد متحدہ مجلس عمل کے تعاون سے قومی اسمبلی میں 1973ء کے آئین میں سترھویں ترمیم کی گئی تھی' جس کی رُو سے طے پایا تھا کہ جنرل مشرف 31 دسمبر 2004ء تک صرف ایک عہدہ باقی رکھیں گے۔ یا تو صدارت سے مستعفی ہوجائیں گے یا چیف آف آرمی اسٹاف کا عہدہ چھوڑ دیں گے' جسے عوامی بول چال میں وردی اتارنا کہا گیا۔ بعدازاں' جنرل مشرف نے بعض سیاسی حلقوں کے تعاون سے وردی اتارنے کا ارادہ ترک کر دیا اور دونوں عہدوں پر قائم رہنے کو ''ملکی مفادات'' کا ضروری تقاضا قرار دیا۔ اب متحدہ مجلس عمل نے حزب اختلاف کے دوسرے اتحاد 'اے آر ڈی' کے ساتھ مل کر قومی تحریک کا آغاز 28 نومبر کو کراچی کے نشتر پارک کے جلسۂ عام سے کیا۔ متحدہ مجلس عمل کے صدر قاضی حسین احمد نے حکومت کو الٹی میٹم دیتے ہوئے کہا کہ جنرل مشرف نے 31 دسمبر سے پہلے وردی اتارنے کا وعدہ پورا نہ کیا تو اس کے بعد انہیں صدر کی حیثیت سے بھی تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ قاضی صاحب کے علاوہ قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف مولانا فضل الرحمٰن' علامہ ساجد میر' حافظ حسین احمد' حسن ترابی' مولانا عمر صادق' محمد حسین محنتی' لئیق احمد' حافظ محمد تقی' نصر اللہ' خالد محمود سومرو' عبدالرحمٰن راجپوت' مولانا یوسف قصوری' حافظ نعیم' صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر' اسد اللہ بھٹو' قاری عبدالرحمٰن' راشد ربانی' بشارت مرزا' ممنون حسین اور زین انصاری نے بھی خطاب کیا اور قاضی حسین احمد کے مطالبے کی تائید کی۔

عراق

سیکورٹی کے خدشات اور سیاسی جماعتوں کی مخالفت کے باوجود عراق کی عبوری حکومت نے کہا ہے کہ وہ 30 جنوری کے انتخابات بروقت کرانے کے لئے اپنے فیصلے پر قائم ہے۔ وزیراعظم ایاد علاوی کے ترجمان نے بتایا کہ حکومت عوام سے اپیل کر رہی ہے کہ وہ انتخابات میں حصہ لیں۔ یہ بیان اس وقت آیا ہے جب سنی مسلم گروہوں اور کردوں نے الگ الگ حکومت سے اپیل کی ہے کہ وہ سیکورٹی اور ملکی سلامتی کے خدشات کی وجہ سے انتخابات چھ ماہ کے لئے موخر کردے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ شیعہ برادری کے رہنما عراق میں انتخابات جلد سے جلد کرانے کے حق میں ہیں۔ 30 جنوری کے انتخابات کے نتیجے میں ایک نئی پارلیمنٹ وجود میں آئے گی جو نئی کابینہ منتخب کرے گی اور نئے مستقل آئین کا مسودہ تیار کرے گی۔

فلسطین

اسرائیل کے وزیراعظم ایریل شیرون نے کہا ہے کہ وہ فلسطینی رہنما محمود عباس سے ملاقات کے لئے تیار ہیں' تاکہ غزہ سے یہودی آبادکاروں کی واپسی کو منظم بنایا جاسکے۔ انہوں نے ہفت روزہ ''نیوز ویک'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ وہ ہرممکن کوشش کریں گے کہ اسرائیل کے خالی کردہ علاقوں پر فلسطینی اتھارٹی کنٹرول حاصل کرلے۔ فلسطینی رہنما محمود عباس نے بھی ''نیوز ویک'' کو بتایا کہ جنوری میں انتخابات کے بعد وہ شیرون سے کسی بھی وقت' کہیں بھی ملنے کے لئے تیار ہیں۔ مبصرین کے مطابق جنوری کے انتخابات میں محمود عباس کا فلسطینی اتھارٹی کے صدر کی حیثیت سے منتخب ہونا یقینی ہے۔

فلسطینی صدر یاسر عرفات کی وفات کے اسباب اب منظر عام پر آنا شروع ہوگئے ہیں۔ مڈل ایسٹ سٹڈی سنٹر نے برطانیہ کے ایک خفیہ ادارے کی رپورٹ کے حوالے سے انکشاف کیا ہے کہ فلسطینی قائد کو ''اکونٹین'' نامی زہر دے کر ہلاک کیا گیا۔ یہ زہر ایشیائی علاقوں میں پائے جانے والے ''اکونٹ'' پودے سے حاصل کیا جاتا ہے' رپورٹ کے مطابق برطانوی جاسوس اداروں کی جانب سے یاسر عرفات کی وفات سے متعلق رپورٹ برطانیہ کی ویب سائٹ پر نشر کی گئی ہے' جس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ عرفات کو زہر کی تھوڑی تھوڑی خوراک مرحلہ وار دی گئی۔ اکونٹین کی تین ملی گرام مقدار عرفات جیسے ضعیف العمر کو ہلاک کرنے کے لئے کافی تھی۔ یہ افسوسناک کام عرفات کی زندگی کے آخری ایام میں اُن کے مقربانِ خاص کے ذریعے کرایا گیا اور غالب امکان یہی ہے کہ زہر دینے کے عمل کا آغاز رمضان میں ہوا۔

لیبیا

گزشتہ ہفتے کے دوران لیبیا کے دارالحکومت طرابلس میں ساتویں بین الاقوامی سیرت کانفرنس منعقد ہوئی۔ مقررین نے اسلام دشمن قوتوں کی طرف سے پھیلائے جانے والے پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کے لئے مشترکہ اسلامی نیوز چینل شروع کرنے پر زور دیا ہے۔ مقررین نے اس بات پر زور دیا کہ اسلام کی عالمگیریت جو اُجاگر کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ اسلام کی اُن تعلیمات کو اجاگر کیا جائے جو پوری انسانیت کے لئے رحمت کا پیغام ہیں۔ مقررین نے امریکا اور یورپ کے اُن مخاصمانہ رویوں پر بھی تنقید کی جن کے باعث مسلمانوں کے اندر شدید احساس پایا جاتا ہے کہ یہ ممالک حالات کو تہذیبوں کے تصادم کی طرف لے جارہے ہیں۔ سیرت کانفرنس میں 128 ممالک کے پانچ سو سے زائد نمائندوں نے شرکت کی۔

رمضان المبارک کا اصل حاصل

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں مرکزی ناظم تربیت جناب شاہد اسلم صاحب کے 19 نومبر 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج ماہ رمضان المبارک کے بعد پہلا جمعہ ہے اور اس حوالے سے ''رمضان المبارک کا اصل حاصل'' کے موضوع پر گفتگو ہوگی۔ اس ماہ مبارک کے اعتبار سے حاصل ایک نہیں' دو ہیں۔ ایک حاصل تو خاص قرآن کے حوالے سے ہے' جس کا ذکر سورۃ البقرۃ کے 23 ویں رکوع میں ہے کہ: ''اور تاکہ تم رب کی کبریائی کا اعلان کرو۔'' اس ماہ مبارک میں قرآن کی ہدایت سے فیض یاب ہونے پر رب کی تکبیر کرو۔ جتنا قرآن کی عظمت کا انکشاف ہوگا' اتنا ہی رب کی عظمت کا ادراک بڑھے گا۔ اسی تناسب سے پھر انسان رب کی کبریائی کا اعلان کرے گا۔ آگے فرمایا گیا: ''اور تاکہ تم شکر بجالاؤ۔'' انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں' ان میں سب سے بڑی نعمت یہ قرآن مجید ہے۔ ہر نعمت پر شکر واجب ہے' لہٰذا سب سے بڑا شکر اس نعمت ہدایت پر ہونا چاہئے۔ ایک حاصل تو یہ ہے!

خاص روزے کی جو عبادت ہے' اس کی حکمت اور غرض وغایت سورۃ البقرۃ کی آیت 183 میں یوں بیان کی گئی کہ: ''تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔'' لہٰذا از روئے قرآن روزے کا اصل حاصل تقویٰ ہے۔ تقویٰ درحقیقت اللہ کی ناراضگی اور نافرمانی سے' گناہوں سے اور آخرت کے عذاب سے بچنے کی کوشش کا نام ہے۔ روزے کی حالت میں انسان کو یہ ٹریننگ ایک مہینے مسلسل ملتی ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس نے بہت سی حلال چیزوں سے بھی بچنا ہے۔ یہ اضافی پابندی اصل میں تقویٰ کی ٹریننگ ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک مہینے تک اپنے اوپر حلال چیزوں کی بھی بندش عائد کرلو تاکہ سال کے بقیہ گیارہ مہینوں میں حرام سے تو بچ سکو۔ تقویٰ کا جو سب سے بڑا عملی مظہر ہے' اس کی طرف سورۃ البقرۃ کے 23 ویں رکوع کی آخری آیت میں اشارہ کیا گیا' اگرچہ بظاہر یہ آیت روزے سے متعلق نظر نہیں آتی۔ فرمایا گیا: ''(اے مسلمانو!) ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اور ان کو حکام تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بناؤ کہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر ہڑپ کرسکو''۔ اس کے لئے ہمارے ہاں رشوت کی اصطلاح ہے کہ اپنا کوئی ناجائز کام کرانے کے لئے حکام بالا کی خدمت میں نذرانہ پیش کردیا۔ یہ ناجائز طور پر مال کھانے کی ایک قسم ہے۔ ''اور تمہیں خوب معلوم ہے (کہ یہ غلط کام ہے)''۔ بظاہر اس آیت کا تعلق روزے سے نظر نہیں آتا' لیکن بغور مطالعہ کیا جائے تو بڑا گہرا تعلق بنتا ہے۔ روزے کی عبادت کا اصل حاصل تقویٰ ہے' جس کے عملی مظاہر میں قرآن نے سب سے بلندی پر حرام مال سے بچنے اور حلال پر اکتفا کرنے کو رکھا ہے۔ لہٰذا ہمیں تقویٰ کی حقیقت پر غور کرنا چاہئے۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کو بار بار تقویٰ اختیار کرنے کا کہا گیا ہے۔ اگر ہم اللہ کو مانتے ہیں' آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' رسول کو مانتے ہیں تو تقویٰ کا حکم اضافی طور پر کیوں اتنی شدومد سے دیا جا رہا ہے؟ قرآن مجید میں جہاں بھی جنت کا ذکر ہے' وہاں یہی کہا گیا کہ یہ ان مسلمانوں کے لئے ہے جو تقویٰ کی روش اختیار کریں گے۔

تقویٰ کا لغوی مفہوم بچنا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ کی آیت 201 میں مذکور دعا کے آخری حصے میں لفظ وَقِنَا بھی اصل میں اسی مادے سے فعل امر ہے جس سے لفظ تقویٰ بنا ہے' یعنی ''پروردگار ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔'' جب اِتَّقُوْا کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے: خود بچو۔ لیکن عام طور پر ہم اِتَّقُوا اللّٰہ کا ترجمہ ''اللہ سے ڈرو'' کرتے ہیں' اس لئے کہ جن چیزوں سے انسان بچتا ہے وہ بالعموم ایسی ہی ہوتی ہیں جن سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ بچنے کے ساتھ ساتھ اس میں خوف کا بھی ایک مفہوم طبعاً شامل ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے سے بنیادی طور پر یہ مراد ہے کہ اللہ کی ناراضگی اور نافرمانی سے بچا جائے جبکہ طبعاً اس میں یہ شامل ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ لہٰذا اب زندگی میں ہر قدم پھونک کر رکھنا ہوگا کہ کہیں دامن کسی گناہ میں آلودہ نہ ہو جائے۔ انسان ہر دم دوراہے پر ہوتا ہے اور اسے فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔ گناہ کے لئے ہر وقت ترغیبات ہیں اور نفس انسان کو حد سے تجاوز کرنے پر اکساتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ میں علمی بحث پیش ہوئی کہ تقویٰ کے اصل مفہوم کو معین کیا جائے۔ اس پر حضرت ابی ابن کعبؓ نے جنہیں آنحضور ﷺ نے قرآن کا سب سے بڑا قاری قرار دیا تھا' اس کی وضاحت فرمائی۔ اسے سب نے پسند کیا اور اس پر اتفاق ہوا کہ یہ تقویٰ کی بہترین تعبیر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کو کسی ایسے جنگل سے گزرنا ہو جس میں جھاڑیاں اور بڑی بڑی گھاس اگی ہوئی ہے تو وہ اپنے دامن کو سمیٹتے ہوئے ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھائے گا کہ کہیں کوئی زہریلا اور موذی جانور اس پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ تقویٰ سے مراد اس دنیا سے اس انداز میں گزرنا ہے کہ انسان کا دامن گناہ سے آلودہ نہ ہو۔ سورۂ آل عمران کی آیت 102 کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے حقِ تقویٰ کی وضاحت میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے۔ اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی سے بچا جائے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کا شکر ادا کیا جائے۔ ہر دم اللہ کا شکر انسان کی زبان سے جاری رہے۔ تیسری بات اصل میں روحِ تقویٰ ہے کہ انسان کبھی بھی ذہناً اور قلباً اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ یہ احساس رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور ایک دن اللہ کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔

قرآن مجید میں سورۂ طور کی آیت 25 میں اہل جنت کا مکالمہ نقل ہوا ہے کہ جب وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور خوش طبعی کی حالت میں بیٹھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے تو ایک دوسرے سے سوال کریں گے' جو کہ بین السطور میں ہے' کہ تمہارا کیا عمل تھا جو اللہ کو اتنا پسند آیا کہ تمہیں جنت میں داخلہ مل گیا۔ اگلی آیت میں قرآن مجید نے ان کا جواب نقل کیا ہے کہ ہم دنیا میں اپنے گھر کے اندر رہتے ہوئے بھی اللہ کی پکڑ اور آخرت کے خیال سے ڈرتے رہتے تھے۔ اس کے برعکس اہل جہنم کا تذکرہ سورۃ الانشقاق کی آیات 10 تا 15 میں کیا گیا ہے: ''اور جس کو اس کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے ملا' پس وہ (عذاب کے ڈر سے) موت کی دہائی دے گا اور آگ میں ڈالا جائے گا۔ (دنیا کے اندر) اپنے گھر میں وہ بے غم رہا تھا۔ اس نے خیال کیا تھا کہ (اللہ کی طرف) پھر کر نہ جائے گا۔ کیوں نہیں' اس کا رب اسے دیکھتا تھا۔'' آخرت میں وہ لوگ ناکام ہوں گے جنہوں نے دنیا کو عیش گاہ سمجھا اور یہاں بڑے خوش وخرم ہیں۔ یہی بات انتہائی جامع انداز میں سورۂ نازعات کی آیات 37 تا 41 میں آئی ہے جہاں روحِ تقویٰ کی عملی صورت کو یوں بیان کیا گیا: ''سو جس نے

شرارت کی ہو اور دنیا کی زندگی کو بہتر سمجھا ہو تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہے۔ اور جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا ہو اور اس نے اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہو تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔" یہ آیات تو ہر شخص کو یاد کر لینی چاہئیں۔

تقویٰ کے عملی مظاہر کے ضمن میں سب سے اہم حرام سے بچنا ہے۔ ہمارے نزدیک تقویٰ کا عام تصور کسی شخص کی ظاہری وضع قطع کے حوالے سے ہے' لیکن سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ انسان حرام سے بچے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو شرعی وضع قطع بے معنی ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے کھانے کی بے شمار شکلیں ہیں۔ جو ملاوٹ کر رہا ہے' وہ بھی ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ایک شخص کوئی چیز اصلی سمجھ کر خرید رہا ہے جبکہ اسے جعلی چیز ملتی ہے تو یہ بھی دوسروں کے ساتھ ناانصافی کا معاملہ ہے۔ چند روپے کے فائدے کے لئے لوگ قرآن اٹھانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی امانتیں غصب کر لیتے ہیں۔ لین دین کے معاملہ میں ڈنڈی ماری جاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال ہڑپ کرنے کے ذیل میں آتی ہیں۔ اس وقت دنیا اسی دوڑ میں لگی ہوئی ہے۔ قرآن نے کاروبار کی حلال اور حرام شکلیں معین کر دی ہیں لیکن پاکستان میں اس وقت جو بھی کاروبار ہو رہا ہے' اس میں نوے فیصد سے زیادہ کسی نہ کسی حرام کی آمیزش ہے' جس کے ذریعے دوسروں کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال سودی نظام ہے جو کہ انسان کو حیوان بنا کر چھوڑنے والی شے ہے۔

گناہ کی بے شمار شکلوں کے ہوتے ہوئے حرام مال سے بچنے کو تقویٰ کا سب سے بڑا مظہر اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ یہاں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پامال ہوتے ہیں۔ حرام کے ذرائع اصل میں حقوق العباد پر ڈاکہ ڈالنے والے ہیں۔ یہ دوسروں کی حق تلفی کا سبب بنتے ہیں۔ یہ وہ عمل ہے جو انسان کی زندگی کا حصہ بن جاتا ہے۔ کوئی دوسرا گناہ انسان صرف ایک مخصوص وقت میں کرتا ہے جبکہ اگر معیشت میں حرام شامل ہو گیا تو صبح شام انسان کے اندر حرام داخل ہو رہا ہے۔ ایسی صورت میں حقوق اللہ بھی ادا نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا تقویٰ کے تقاضوں میں سب سے اہم یہ ہے کہ معاش کو حرام سے پاک کیا جائے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث اس کی بہترین شرح ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔ شراب' جوا' پانسہ کے تیر یہ سب شیطانی عمل ہیں۔ ان سے بچو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی وہی حکم دیا جو اس نے اپنے رسولوں کو دیا تھا۔"

اس کے بعد آپؐ نے سورۃ المومنون کی 51 ویں آیت تلاوت فرمائی' جس میں ارشاد ہوا کہ: "اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔" سورۃ البقرۃ کی آیت 172 میں اہل ایمان کو بھی یہی حکم ہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ: "اے اہل ایمان! کھاؤ پاکیزہ چیزیں ان میں سے جو رزق ہم نے تمہیں عطا کیا۔" ان دو آیات کا حوالہ دینے کے بعد آنحضورﷺ نے فرمایا "ایک شخص بڑا طویل سفر کر کے آیا ہے۔ اس کے کپڑے اور بال غبار آلود ہیں۔" کیونکہ بعض احادیث کی رو سے حالت سفر میں ہونا دعا کی قبولیت کے لئے ایک فضیلت کا مقام ہے۔" اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے ہوئے ہیں اور اپنے رب کو پکار رہا ہے۔ جبکہ حال یہ ہے کہ جو اس نے کھایا ہوا ہے وہ بھی حرام کا ہے' جو پیا ہے وہ بھی حرام ذرائع سے اور جو کچھ پہنا ہوا ہے وہ بھی حرام کی کمائی سے ہے۔ ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہوگی۔" یہ اہمیت ہے اکل حلال کی! "اربعین نووی" میں شامل اس حدیث کی شرحیں بہت سے جید علماء نے لکھی ہیں۔ انہی میں سے ایک مولانا محمد عاشق الٰہی مرحوم ہیں' جو دارالعلوم کراچی میں شیخ الحدیث تھے۔ انہوں نے اس حدیث کی تشریح میں جو کچھ لکھا ہے' اس میں سے چند جملے آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

> "آج بے انتہا دعائیں کی جاتی ہیں اور مصیبتوں کو رفع کرانے کے لئے خوب رو رو کر اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں' مگر دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور قبول کیونکر ہو' جبکہ حرام سے بچنے کا خیال ہی نہیں رہا۔ چند خال خال افراد کے سوا' سب اسی اصول پر عمل کر رہے ہیں کہ جو ہاتھ پڑے' کھینچ لو۔ کافروں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی اپنی زندگی کا مقصد اسی دنیا کو بنا رکھا ہے۔ نظریہ یہ ہے کہ یہاں کھاتے پیتے آرام سے گزر جائے' آخرت میں کچھ ہوا کرے۔ پیٹ بھرنا چاہئے' حلال سے بھریں یا حرام سے۔ دنیا کی رواجی ضرورتیں پوری کرنا ضروری سمجھتے ہیں' خواہ کسی طرح بھی پوری ہوں۔ روپیہ چاہئے' خواہ سینما کی آمدنی سے ہو' خواہ شراب کی دوکان سے ہو' خواہ رشوت اور سود سے رقم کھینچی ہو' خواہ بیوپار میں ناجائز چیزیں فروخت کی ہوں۔ غرض یہ کہ روپیہ ملنے کے سلسلے میں مسلمان یہ سوچتا ہی نہیں کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے' اور کمانے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے کیا کیا احکامات ہیں! سجدۂ سہو کے مسائل پوچھنے والے تو بہت ملتے ہیں' لیکن مفتی سے یہ سوال کرنے والوں کا قحط ہے کہ فلاں کاروبار کرنا چاہتا ہوں یا فلاں کمپنی کا حصہ دار بننا چاہتا ہوں تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے! رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا' اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ فرمائے گا۔ وہ گوشت جنت میں داخل نہ ہوگا جو حرام سے پلا بڑھا ہو۔ سید عالمﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ بغیر پاک ہوئے کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور حرام مال سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہے۔ حرام مال میں سے خرچ کرے گا تو برکت نہیں ہوگی۔"

اکل حلال پر اکتفا کرنے کی فضیلت کے حوالے سے ایک اور آیت سنا کر آج کی گفتگو ختم کروں گا۔ سورۃ الطلاق کی دوسری اور تیسری آیت میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے بڑی نوید ہے۔ فرمایا گیا کہ: "اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے' وہ اس کے لئے راستے نکالے گا اور اسے وہاں سے رزق پہنچائے گا' جہاں سے اسے سان گمان تک نہ ہو گا۔ اور جو اللہ پر توکل کرے' اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔" وہ مسبب الاسباب ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ آمدنی کا یہ راستہ بند ہو جائے گا' لیکن اللہ تعالیٰ راستے نکالنے والا ہے۔ وہ وہاں سے رزق فراہم کرتا ہے' جس کے بارے میں انسانی سوچ کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ یہ طے کرنے کے بعد کہ جس چیز کو اللہ نے روک دیا ہے' اس سے رکنا ہے' کچھ تھوڑی بہت آزمائش تو آئے گی لیکن اللہ پر توکل درکار ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمیں انفرادی سطح پر بھی اور اس ملک کو اجتماعی سطح پر بھی حرام کی آلائش سے نکال کر پاک کر کے صحیح راستے پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(ملخص: محمد خلیق)

دین و ہنر

سرود و شعر و سیاست' کتاب و دین و ہنر
گہر ہیں ان کی گرہ میں تمام یکدانہ!
ضمیر بندۂ خاکی سے ہے نمود ان کی
بلند تر ہے ستاروں سے ان کا کاشانہ!
اگر خودی کی حفاظت کریں تو عین حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فسون و افسانہ!
ہوئی ہے زیر فلک امتوں کی رسوائی
خودی سے جب ادب و دیں ہوئے ہیں بیگانہ!

(علامہ اقبال)

اطلاع

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی' گڑھی شاہو کا فیکس نمبر تبدیل ہو گیا ہے۔ نیا فیکس نمبر: 6271241

دیر آید درست آید

آصف علی زرداری کی رہائی

ایوب بیگ مرزا

اس کالم میں بڑی شدت اور تکرار کے ساتھ حکومت وقت اور خصوصاً صدر مشرف کی خدمت میں یہ عرض کیا جا رہا تھا کہ وہ ملک میں پائی جانے والی خطرناک حد تک سیاسی کشیدگی کو ختم کرنے یا کم کرنے کے لئے بعض ناگزیر اقدام کریں اس لئے کہ نائن الیون کے بعد دنیا تیزی کے ساتھ تبدیلی کے عمل سے گزر رہی ہے اور اس تبدیلی میں اپنے لئے کوئی مقام بنانے کے لئے یا کم از کم ایک آزاد اور خودمختار ریاست کی حیثیت سے اپنا مقام برقرار رکھنے کے لئے اور مزید برہنہ الفاظ میں ملکی سلامتی کو یقینی بنانے کے لئے اندرونِ ملک اتحاد و اتفاق کو قائم کرنا ہوگا۔ اگر ہم نے سیاسی اختلافات کو دنگا فساد کرنے اور باہمی جنگ و جدل میں تبدیل کئے رکھا۔ سیاسی اختلافات کی بنیاد پر بلکہ صحیح تر الفاظ میں اقتدار کی جنگ میں موجودہ طرزِ عمل کو جاری رکھا۔ یعنی سیاسی حریفوں کو غدار اور سیکورٹی رسک کہہ کر اور اُن پر جھوٹے مقدمات قائم کرکے انہیں اخلاقی مجرموں کی طرح جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بند کر دینا انہیں ملک بدر ہونے پر مجبور کرنا۔ یہاں تک کہ سیاسی اختلافات ذاتی دشمنی میں تبدیل ہو جائیں اور پھر پیشہ ور مجرموں کے ذریعے قتل و غارت کا بازار گرم کرنا۔ اگر یہ سب کچھ جاری رہا تو نتیجہ لازمی طور پر یہ نکلے گا کہ تبدیلی کے مذکورہ عمل میں ہم تخریب اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں گے اور جغرافیائی لحاظ سے بھی ملکی سلامتی قائم نہیں رہ سکے گی اور ہم 71ء کے المیہ کی طرح ہمیں مزید شکست و ریخت کا سامنا کرنا پڑے گا (خدانخواستہ) راقم یہ سب کچھ کہہ کر کوئی بڑی دور کی کوڑی نہیں لا رہا تھا۔

نائن الیون کے بعد سے بش انتظامیہ جس راہ پر چل نکلی تھی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ نائن الیون کو ہونے والا ظاہری طور پر حادثہ جن مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کیا گیا تھا اپنے طے شدہ منصوبوں کو اس حادثہ کی آڑ میں عملی شکل دینی شروع کی تو بین الاقوامی حالات پر سرسری نگاہ رکھنے والا عام ناظر بھی یہ کہہ سکتا تھا کہ امریکہ عالم اسلام کے خلاف باقاعدہ جنگ شروع کر چکا ہے۔ جسے وہ اپنی بعض مصلحتوں کی وجہ سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نام دے رہا ہے۔ اس میں سب سے بڑی اور سرفہرست مصلحت یہ بھی کہ امریکہ عالم اسلام کے خلاف جنگ میں مسلمان ممالک کے حکمرانوں کو اپنا حلیف بنانا چاہتا تھا۔

مسلم اُمہ کی کتنی بڑی بدقسمتی اور بدبختی ہے کہ مختلف حیلے بہانوں سے اور نئی اصطلاحات گھڑ کے امریکہ مسلمانوں کی سرکاری قیادت کو عالم اسلام کے خلاف جنگ میں اپنا حلیف بنانے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اگرچہ دانستہ یا نادانستہ طور پر جنگ شروع ہونے سے پہلے کروسیڈ کا لفظ استعمال کیا گیا تھا لیکن میڈیا کے ذریعے اسے بڑی سطح پر دہشت گردی اور جنگجویانہ ذہنیت کے خلاف جنگ کا نام دیا گیا اور عام کیا گیا۔ ایک ماہ پہلے تک یہ کہا جاتا رہا کہ موجودہ جنگ بش انتظامیہ نے مسلط کی ہوئی ہے اور اسے امریکی عوام کی حمایت حاصل نہیں ہے۔ لیکن 2 نومبر 2004ء کو امریکی عوام نے بش کو زبردست کامیابی دلا کر اس کی اس پالیسی کی توثیق کر دی۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ جس طرح امریکی انتخابات میں زیر بحث رہی اس سے بش انتظامیہ اگر یہ اخذ کرے کہ اسے عالم اسلام کے خلاف جنگ کا باقاعدہ مینڈیٹ دیا گیا ہے تو کوئی ایسا غلط نہیں ہوگا۔ اسی مینڈیٹ کا نتیجہ ہے کہ اعتدال پسندوں اور پیشگی حملہ کرنے کی پالیسی کے خلاف ذہن رکھنے والوں کو بش انتظامیہ سے خارج کر دیا گیا ہے۔ کنڈولیزا رائس جو پیشگی حملہ کرنے کے نظریہ کے موجدوں میں سے ہے۔ اسے سیکرٹری آف سٹیٹ بنا دیا گیا ہے۔ اور کولن پاول جس کی حیثیت بش انتظامیہ میں فاختہ (dove) کی تھی اسے فارغ کر دیا گیا ہے۔ عالم اسلام کے خلاف جنگ میں پالیسی یہ اختیار کی گئی کہ حملہ کے لئے پہلے افغانستان اور پھر عراق کو منتخب کیا گیا افغانستان کا پہلا نمبر اس لئے آیا کہ امکان پیدا ہوگیا تھا کہ وہ ایک حقیقی اسلامی ریاست بن جائے۔ جو دوسرے اسلامی ممالک کے لئے ایک مثال بن جائے۔ لہٰذا بالکل آغاز ہی میں اس برائی (اُن کے مطابق) کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ عراق کو تہس نہس اس لئے کیا گیا کہ مشرق وسطیٰ میں واحد ملک تھا جو کل کلاں اسرائیل کے لئے خطرہ بن سکتا تھا۔ مزید برآں تیل کی دولت سے امریکی معیشت کے دلدر دور ہو جائیں گے اور عالم اسلام پر کاری ضرب لگانے کے لئے قوت کے ساتھ ساتھ مالی وسائل کی بھی ضرورت رہے گی۔

عراق کے بعد ایران اور شام کا نام لیا جانے لگا کہ اب ان کی باری ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ محسوس ہو رہا ہے کہ ایران ہٹ لسٹ میں اول ہے۔ امریکی عزائم کا جائزہ لیا جائے تو ترتیب بھی کچھ یوں ہی بنتی ہے کہ وہ سب سے پہلے وہ ملک جہاں نظریہ عملی نظام کی شکل اختیار کرتا محسوس ہو رہا ہے یعنی افغانستان پھر وہ ملک جو مسلمانوں کے بدترین دشمن اسرائیل کے جغرافیائی لحاظ سے قریب تر ہے اور اپنی جنگی قوت کو بڑھانا چاہتا ہے پھر یہ کہ اسرائیل کے خلاف تصادم میں برسرپیکار فلسطینیوں کو بھرپور مالی امداد فراہم کرتا ہے۔ اگلا نشانہ وہ اسلامی ملک بن سکتا ہے جو ایٹمی ملک بنا چاہتا تھا۔ اور اس معاملے میں منزل خاصی قریب آ چکی تھی یعنی ایران۔ اور آخر میں وہ اسلامی ملک جو ایٹمی قوت بن چکا ہے اور ایٹمی میزائل کے کامیاب تجربات کر چکا ہے۔ یعنی پاکستان راقم پاکستان کو حملہ کی زد میں آنے والا آخری اسلامی ملک اس لئے قرار دے رہا ہے کہ خاکم بدہن ایسا ہوگیا تو بعد ازاں کسی دوسرے اسلامی ملک پر وار کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہے گی وہ خود آگے بڑھ کر امریکی منصوبوں کی تکمیل کے لئے خود کو پیش کر دیں گے۔

عوامی مینڈیٹ حاصل کرنے کے بعد بش انتظامیہ نے پہلا کام یہ کیا کہ عراق کے شہر فلوجہ پر اس انداز میں حملہ کیا کہ شہر کو اس کے مکینوں کا قبرستان بنا دیا۔ بش انتظامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ عراق سے پسپائی کا سوچنا بھی امریکی سلامتی اور وقار کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا لہٰذا کوئی عراقی زندہ بچے یا نہ بچے عراق کی سرزمین امریکی فوجیوں کے پاؤں تلے رہنی چاہئے۔ بش انتظامیہ اپنے طے شدہ پروگرام کو مزید آگے بڑھانے کے لئے بے تاب نظر آتی ہے۔ یہ بش کی دوسری ٹرم ہے لہٰذا انہیں کام زیادہ اور وقت کم محسوس ہو رہا ہے چنانچہ تازہ ترین شوشہ یہ چھوڑا گیا ہے کہ یکدم ایرانی اپوزیشن نے جنم لیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ پاکستان کے ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر نے 2001ء میں ایران کو انتہائی افزودہ یورینیم فراہم کیا تھا۔ میڈیا پر یہ خبر بھی پھیلائی جا رہی ہے کہ ایران اپنے میزائل پر ایٹمی وار ہیڈ نصب کر رہا ہے۔ ایران کو پاکستان کی طرف سے یورینیم کی منتقلی کے لئے جو 2001ء کے سال کا تعین کیا گیا ہے یہ خالی از علت نہیں ہے در حقیقت صدر مشرف کو

یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ سنگین جرم اُس وقت سرزد ہوا جب تم پاکستان کے فرد واحد کی حیثیت سے حکمران تھے۔ لہٰذا پاکستان اور تم دونوں ہمارے مجرم ہو۔

پاکستان اور بھارت کو دوستی کے رشتے میں منسلک کر کے چین کے گرد گھیرا ڈالنے والا امریکی منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا نظر نہیں آ رہا کیونکہ بھارت کشمیر کے معاملے پر امریکہ کی ایک بھی سننے کو تیار نہیں لہٰذا اس حوالہ سے بھی پاکستان کی افادیت امریکہ کے لئے کچھ کم ہوگئی ہے جبکہ بھارت عالم اسلام کی دشمنی کے حوالہ سے امریکہ کا قدرتی حلیف ہے اور وہ اُسے اپنا سٹریٹجک پارٹنر قرار دیتا ہے۔ یہ تو اللہ بھلا کرے عراق میں مزاحمت کاروں کا کہ بش انتظامیہ امریکہ کے جانی و مالی نقصان کی وجہ سے کچھ سوچ وبچار میں مصروف ہے کہ ایران اور پاکستان کے خلاف کارروائی سے اُس کی فوجوں کے عراق اور افغانستان میں کارروائیاں کس حد تک اور کس طرح اثر انداز ہوں گی لہٰذا عین ممکن ہے کہ صرف فضائی کارروائی سے دونوں اسلامی ممالک کی ایٹمی تنصیبات کو نشانہ بنایا جائے اور زمینی کارروائی سے گریز کیا جائے۔ لیکن پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ اس کا ازلی دشمن بھارت غیر ایٹمی پاکستان کو غنیمت جانتے ہوئے روند ڈالنے میں قطعی طور پر کوئی کوتاہی یا غفلت نہیں کرے گا اور وہ اس معاملے میں امریکہ کے ردعمل کی رتی بھر پرواہ نہیں کرے گا۔

پاکستان کو ایک خطرہ اور بھی ہے کہ ایران اپنی جان بچانے کے لئے اپنی بلا پاکستان کے سر ڈال دے اور سر عام یہ تسلیم کرلے کہ اُسے ایٹمی راہ دکھانے والا پاکستان ہے اور لیبیا کی طرح سب کچھ بحری جہازوں میں بھر کر امریکہ کی جھولی میں ڈال دے اس کے پاس ''سب سے پہلے ایران'' کا جواز موجود ہوگا اور پاکستان کا معاملہ یہ ہوگا کہ ''آگے کھوہ اور پیچھے کھائی'' ایٹمی صلاحیت سے دستبردار نہیں ہوگا تو امریکہ جانی دشمن اور ایٹمی دانت نکال پھینکے تو بھارت منہ کھولے کھڑا ہے۔

یہ کالم کل کا کل تمہید کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ راقم کے اس موقف کی کہ اتنے شدید بیرونی خطرہ سے بچ نکلنے کے لئے سیاسی استحکام اور داخلی سطح پر اتحاد و اتفاق کی اشد ضرورت ہے اگرچہ یہ واضح رہنا چاہئے کہ اس مسئلہ کا فوری ہنگامی اور عارضی حل ہوگا۔ اسی بنا پر راقم صدر مشرف کی حکومت کے اس اقدام کی پُر زور حمایت کرتا ہے جس سے زرداری کو طویل قید کاٹنے کے بعد رہائی نصیب ہوئی اور نواز شریف اور شہباز شریف سے اُن کے والد کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا گیا ہے۔ زبردست خواہش اور عملی کوشش اپنی جگہ لیکن کوئی غیر جانبدار مبصر اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ پاکستان کی اکثریتی عوام نواز شریف اور بے نظیر کے چاہنے والوں کی ہے۔ حکومت پہل کرے اور زیادہ لچک دکھائے۔ زرداری کی رہائی اور نواز شریف سے ٹیلی فونک رابطہ سیاسی چالیں نہ ہوں بلکہ دیانت داری اور نیک نیتی سے مفاہمت کے عمل کو آگے بڑھایا جائے۔ چنانچہ اپنی انا اور کسی قدر اقتدار کی قربانی کیوں نہ دینی پڑے اور یہ دونوں شخصیات بھی زمینی حقائق اور عالمی صورت حال کا ادراک کرتے ہوئے مطالبات میں کمی کریں۔

راقم کے ایمان کا یہ جز ہے کہ پاکستان کے مسائل کا حقیقی اور پائیدار حل نظریہ پاکستان کے عملی نفاذ میں ہے پاکستان اور اسلام لازم وملزوم ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ پاکستان قائم رہے گا تو یہاں اسلام کا نفاذ ممکن ہوگا ظاہر ہے دوبارہ بھارت کا حصہ بن جانے سے یا بھارت کا طفیلی ملک بن جانے سے پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہونے کے امکانات سرے سے ہی ختم ہو جائیں گے۔ زرداری کی رہائی اور نواز شریف سے مشرف کا ذاتی ٹیلی فونک رابطہ صحیح سمت میں درست اقدام ہیں۔

راقم ان اقدام کا خیر مقدم کرتا ہے اور اُن سے پُر زور اپیل کرتا ہے کہ اسی سمت میں تیزی سے آگے بڑھنے کی ملکی سلامتی کے نکتہ نظر سے اشد ضرورت ہے۔ دیر آید درست آید۔

پریس ریلیز

26 ... 2004

نفاق کا علاج انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ نفاق ایسی خطرناک بیماری ہے کہ اگر کسی کو اس کی چھوت لگ جائے اور وہ اس سے بچنے کی کوشش نہ کرے تو پھر اس کا ٹھکانہ جہنم کا سب سے نچلا درجہ ہے۔ قرآن واحادیث کے حوالے سے یہ بات ناظم تربیت تنظیم اسلامی شاہد اسلم نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ انسان اگر اپنے مال کو اولاد کی دینی تربیت کے لئے خرچ نہ کرے تو وہ اولاد جس کے لئے وہ عمر بھر مشقت اٹھاتا ہے بعض اوقات اس کے لئے سوہان روح بن جاتی ہے۔ لہٰذا ہمارے نبی کریمؐ کی تعلیم یہی ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت ایسی کریں کہ وہ اللہ کے بندے بنیں، اللہ کے باغی نہ بنیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ دنیا فانی ہے اور باقی رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔ لہٰذا دنیا کے لئے اپنے آپ کو کھپانا حماقت ہے۔ اللہ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے مال اور اپنی صلاحیتوں کو اللہ اور اس کے دین کے لئے صرف کریں تاکہ آخرت میں سرخرو ہوں۔

خطاب کے بعد حاضرین جمعہ نے ایک متفقہ قرارداد منظور کی جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ نئے پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کیا جائے۔ کیونکہ یہ اقدام عقیدہ ختم نبوت کے خلاف قادیانی سازشوں کا حصہ ہے اور اس سے قادیانی عزائم کو تقویت ملے گی۔ قرارداد میں کہا گیا کہ یہ امر قادیانیوں کے حوالے سے آئین پاکستان میں موجود دفعات کو متنازعہ بنا کر ملک کے استحکام کو نقصان پہنچانے کی سازش ہے۔ لہٰذا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس سازش کو بے نقاب کر کے آئینی تقاضوں کو پورا کیا جائے اور مرتکب افراد کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ (جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ ایکسرے ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

[illegible] قابل اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

النصر لیب: 950۔ بی مولانا شوکت علی روڈ، فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

شیخ الہندؒ کی تلاش

سید قاسم محمود

پچھلی قسط کی آخری سطور: ''مکہ مکرمہ پہنچ کر شیخ الہند نے حجاز کے گورنر غالب پاشا سے ملاقات کی۔ غالب پاشا اس انقلابی تحریک سے پہلے ہی واقف تھا۔ آپ نے اپنا تعارف کرایا اور مقصد ظاہر کیا کہ میں انور پاشا سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں''۔

غالب پاشا نے پہلے تو یہ کہا کہ ان معاہدوں کی منظوری میں دے دیتا ہوں۔ آپ لے کر واپس چلے جائیں' انور پاشا سے ملنے کی ضرورت نہیں' اس لئے کہ انور پاشا کی جنگی کمیٹی کا میں سیکرٹری ہوں۔ لیکن حضرت شیخ الہندؒ کے اصرار پر اُس نے گورنر مدینہ کو لکھ دیا کہ یہ ہندوستان کی انقلابی پارٹی کے صدر ہیں' میں نے تحقیقات کرالی ہے' اس لئے ان کو انور پاشا سے ملانے کا انتظام کردیں' تاکہ یہ دمشق یا قسطنطنیہ جا کر اُن سے ملاقات کرلیں۔ شیخ الہندؒ نے یہاں ایک اور کام کرنا بھی ضروری سمجھا۔ وہ یہ کہ غالب پاشا سے ترغیبِ جہاد کا ایک مضمون لکھوالیا' تاکہ افغانستان کے قبائل اور ہندوستان میں چھپوا کر اسے شائع کیا جائے۔

غالب پاشا سے ایک دوسرا خط افغان حکومت کے نام لکھوایا۔ اس دوسرے خط میں ان پرانے معاہدوں کی توثیق تھی اور افغان حکومت کو لکھا تھا کہ محمود الحسن آفندی (یعنی شیخ الہندؒ) تمہارے پاس بہت جلد آرہے ہیں۔ یہ جو بات کریں' ہماری حکومت کی جانب سے اس کی تائید سمجھیں اور اس معاہدے کو ترک حکومت کا معاہدہ سمجھیں۔ اس خط میں وہی پرانا معاہدہ لوٹایا گیا تھا کہ ہم افغان حکومت کے مقبوضات میں کوئی دخل نہ دیں گے' اور اگر ہماری وجہ سے کوئی طاقت افغان حکومت کے خلاف ہوئی تو ہم اس کے خلاف افغان حکومت کی ہر طرح مدد کریں گے۔ درحقیقت یہی معاہدہ پہلے بھی نمائندوں یعنی مہندر پرتاپ وغیرہ کے ذریعے ہوا تھا' اور یہی اب غالب پاشا نے لکھ دیا اور یہی بعد میں شیخ الہندؒ کے ذریعے انور پاشا نے لکھ دیا تھا' لیکن انگریز کو غالب پاشا کا یہ عہد نامہ نہیں مل سکا۔ ان کو صرف وہ خط ملا تھا جو عوام کی طرف سے ترغیب جہاد کے لئے تھا اور اسی کا نام انگریزی سرکاری ریکارڈ میں ''غالب نامہ'' ہے۔ غالب پاشا بعد میں گرفتار ہو گیا تھا۔ حکومتِ برطانیہ کا جنگی قیدی بھی رہا ہے۔ اُس وقت بھی اُس نے صرف اس دوسرے خط کا اقرار کیا تھا۔ پہلا خط یعنی معاہدے والا' اس کے متعلق سوال ہی نہیں ہوا۔ غرضیکہ یہ دو خط علیحدہ علیحدہ تھے۔

غالب نامے کی ترسیل

''غالب نامہ'' لے کر مولانا محمد میاں انصاری حج کے بعد واپس ہندوستان کو لوٹے۔ وہ حضرت قاسم نانوتویؒ کے نواسے تھے۔ اس خط کو لے کر افغانستان گئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ وہاں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے اور آخر وہیں انتقال کیا اور دفن ہوئے۔ آپ ''غالب نامہ'' لے کر ہندوستان پہنچے۔ یہاں سی آئی ڈی نے ان کا پیچھا کیا۔ مولانا نے اپنا نام بدل کر محمد منصور رکھ لیا اور حلیہ بھی بدل کر یاغستان (آزاد قبائل) میں پہنچ گئے۔ یہ خط یعنی غالب نامہ ایک لکڑی کی چھڑی میں بند کر کے لایا گیا تھا۔

ہندوستان میں غالب نامہ کی اشاعت نہ ہوسکی' جیسا کہ پروگرام تھا' لیکن آزاد قبائل میں اس کی اشاعت ہوگئی۔ رولٹ کمیٹی کو اس کی کچھ کاپیاں آزاد قبائل کے علاقے ہی سے دستیاب ہوئی تھیں۔ پھر مولانا انصاری غالب نامہ لے کر افغانستان چلے گئے اور وہاں بھی اس کی اشاعت کا کام کیا' لیکن اب چونکہ ریشمی خط پکڑا جا چکا تھا' اس لئے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

باقی رہا دوسرا خط۔ یہ عہد نامہ افغان حکومت کو بعد از وقت ملا' جب ریشمی خط کا راز فاش ہو چکا تھا' اس لئے مولانا انصاری افغانستان بہت دیر سے پہنچے۔ البتہ اس عہد نامے سے افغانستان کے انقلاب پسند عناصر کی حوصلہ افزائی ہوئی' اور امان اللہ جو اس انقلابی پارٹی کے سرخیل تھے' انقلاب لانے میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے امیر حبیب اللہ خان کو قتل کرایا اور خود حکومت پر قابض ہو گئے اور سخت جنگ لڑ کر افغانستان کو انگریزی تسلط سے آزاد کرا لیا۔ درحقیقت اس خط میں کچھ ایسی تدبیریں بھی درج تھیں جن سے ان لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور کامیاب ہوئے۔

دو معاہدوں کا نام ''انور نامہ''

اس کے بعد شیخ الہندؒ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں گورنر مدینہ سے ملاقات کی اور اُس نے آپ کو شام بھیجنے کے انتظامات کرنے کا وعدہ کیا۔ ابھی کچھ دن ہی گزرے تھے کہ گورنر نے کہا کہ انور پاشا اور جمال پاشا زیارتِ نبویؐ کے ارادے سے یہاں آرہے ہیں' ان سے یہیں آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر یہ دونوں حضرات مدینہ منورہ تشریف لائے۔ عام ملاقات کے علاوہ شیخ الہندؒ نے خصوصی خفیہ ملاقات کی۔ انور پاشا اور جمال پاشا دوسرے روز واپس چلے گئے اور دونوں معاہدوں کے کاغذات ساتھ لے گئے کہ وہاں سے دستخط کر کے واپس ارسال ہوں گے۔ چنانچہ ایک ماہ کے بعد گورنر مدینہ نے شیخ الہندؒ کو بلا بھیجا۔ دونوں دستخط شدہ معاہدے آپ کو دیئے۔ ایک معاہدہ تو ترکی حکومت اور ہندوستان کی حکومت وقت کے درمیان تھا جو انقلابی پارٹی نے عارضی طور پر قائم کی تھی۔ اسے ''انقلابی ترکی معاہدہ'' کہا گیا۔ دوسرا معاہدہ افغان حکومت اور ترکی حکومت کے درمیان تھا۔ اسی معاہدے میں انقلاب کی تاریخ کا تعین بھی تھا یعنی 19 فروری 1917ء۔ اسے ''افغان ترکی معاہدہ'' کہا گیا۔ غرضیکہ یہ دو معاہدے دو خطوط کی صورت میں علیحدہ علیحدہ تھے' اور دونوں کا مجموعی نام ''انور نامہ'' تھا۔ ان دونوں معاہدوں کی تفصیل یہ ہے:

(1) انقلابی ترکی معاہدہ: اس کا تعلق خود شیخ الہندؒ ہندوستان اور انقلابی پارٹی سے تھا؟ اس لئے وہ تو اپنے پاس رکھا جو غالباً گرفتاری کے وقت بیکار سمجھ کر' اور اس خیال سے کہ حکومت برطانیہ کئی رازوں سے آگاہ ہو جائے گی' ضائع کر دیا۔

(2) افغان ترکی معاہدہ: یہ معاہدہ شیخ الہندؒ نے مدینہ منورہ سے مولانا ہادی حسن خاں جہاں پوری کو دے کر ہندوستان روانہ کر دیا کہ فلاں فلاں حضرات کے ذریعے سے افغانستان پہنچا جائے۔ اس میں ترکی حکومت نے اپنی جانب سے معاہدے کو آخری شکل دے دی تھی اور انقلاب خیزی کی پوری جزئیات لکھ دی تھیں' اب صرف افغان حکومت کی منظوری کی اطلاع واپس شیخ الہندؒ کے ذریعے ترکی حکومت کو پہنچنی تھی۔ اس کے بعد ترکی حکومت کو حملہ کر دینا تھا۔ البتہ شیخ الہندؒ نے افغانستان اور ہندوستان کے قائدین تحریک کو یہ ہدایت دے دی تھیں کہ کام میں کہیں زیادہ پیش قدمی و تیزی نہ ہو جائے جو خون خرابے اور نقصان

کا باعث ہو' اس لئے تمہیں اپنی ماتحت شاخوں کو بھی یہ ہدایت دینی ہیں کہ جب افغان حکومت کی منظوری کی اطلاع ترکی حکومت کو پہنچ جائے اور میں اس کی اطلاع کابل اور دہلی کے مرکزوں کو دوں اور پھر یہ دونوں مرکز اپنی اپنی شاخوں کو مطلع کریں کہ کام پورا ہو گیا ہے' اس لئے تم تاریخ مذکورہ پر قدم اٹھاؤ اور بغاوت اور حملہ شروع کر دو' تو تب عملی اقدام کرنا ورنہ جب تک میری اطلاع تمہاری مرکزوں کو نہ ملے اور نہ شاخوں کو تمہاری اطلاع ملے' تو سمجھو کہ کوئی حادثہ پیش آ چکا ہے۔ پھر کوئی قدم نہ اٹھانا' انتظار کرنا۔

خلاصہ یہ کہ افغان حکومت کی منظوری کی اطلاع شیخ الہندؒ کے ذریعے سے ترکی حکومت کو پہنچنا تھی' اور پھر حضرت شیخؒ نے آخری اقدام کا حکم دینا تھا' اس لئے کہ اس ساری تحریک کا مرکزی نقطہ حضرت شیخؒ کی ذات تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ریشمی خط پکڑا جاتا ہے تو اگر کسی شاخ کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی اور انگریزی دسترس سے بھی وہ بچ جاتی ہے' تب بھی وہ تاریخ مذکور پر کوئی اقدام نہیں کرتی' اس لئے کہ ہر شخص آخری اقدام کے حکم کا منتظر تھا۔ جب یہ حکم نہیں ملا تو ہر شخص سمجھ گیا کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے اور اسی لئے آخری اقدام کا حکم نہیں ملا۔

غرضیکہ یہ خط لے کر مولانا ہادی حسن صاحب ہندوستان پہنچتے ہیں۔ یہ خط صندوق کے تختے کے درمیان بند کیا گیا تھا' اس طرح کہ باہر سے دیکھنے والے کو محسوس نہ ہو کہ دو تختیاں ملا کر ایک بنائی گئی ہیں۔ یہ صندوق شیخ الہندؒ نے ایک کاریگر سے ساگوان کی لکڑی کا تیار کرایا تھا۔ ایک جانب کے تختے کو دو پتلی تختیوں سے اس طرح ملایا گیا تھا' کہ ایک ہی تختہ معلوم ہو اور پھر اس میں کچھ کپڑے وغیرہ رکھ کر مولانا ہادی حسن کے سپرد کیا گیا تھا۔

مولانا ہادی حسن بمبئی پہنچتے ہیں۔ شیخ الہندؒ نے پہلے سے بمبئی کے ایک رُکن کو کسی ذریعے سے اطلاع بھیج دی تھی کہ مولانا ہادی حسن اس طرح آ رہے ہیں اور جہاز سے اترتے ہی اُن کی سخت تلاشی ہوگی۔ لہٰذا جہاز سے وہ امانت لے کر وہاں پہنچا دی جائے جہاں اُسے پہنچانا مقصود ہے۔ اُدھر مولانا ہادی حسن کو بھی یہ ساری ترکیب بتا دی تھی کہ تم صندوق اُن کے حوالے کر کے آگے پہنچانے کا مقام بتا دینا اور تاکید کر دینا کہ وہ یہ صندوق ہرگز اپنے پاس نہ رکھیں' ورنہ پولیس کو اطلاع مل جائے گی اور یہ شبہ ضرور ہوگا کہ یہ شخص جہاز پر کیوں گیا تھا اور کس سے ملا تھا۔ یہ باتیں بے حد خطرناک ہیں اور سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

شیخ الہندؒ کی تلاش

مولانا ہادی حسن کو پوری طرح سمجھا دیا گیا تھا۔ چنانچہ جہاز پر ہی یہ صاحب مولانا ہادی حسن سے ملتے ہیں اور آپ اُن کو یہ تاکید کرتے ہیں کہ فوری طور پر یہ صندوق مظفر نگر میں محمد نبی کے پتے پر پارسل کر دیں۔ شیخ الہندؒ نے محمد نبی کو الگ سے اطلاع کر دی تھی کہ صندوق میں فلاں تختے کے اندر کاغذات ہیں۔ نکال کر فلاں مقام پر پہنچا دینا۔ چنانچہ وہ بمبئی والے صاحب حسب ہدایت جہاز پر سے صندوق اپنے قبضہ میں لے کر' عام مسافروں میں مل کر' قلیوں سے اٹھوا کر صندوق باہر لے آتے ہیں۔ کسی کو اُن پر شبہ ہی نہیں ہوتا اور باہر آ کر سیدھے اُس کو مظفر نگر چلتا کر دیتے ہیں۔ اُدھر سی آئی ڈی کو اطلاع یہ ملی تھی کہ شیخ الہندؒ خود اس جہاز سے تشریف لا رہے ہیں۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ شیخ الہندؒ مولانا ہادی حسن کو روانہ کرنے کے لئے جدہ آئے تھے۔ انہیں بندرگاہ پر دیکھ کر انگریز جاسوسوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ یہ اس جہاز سے بمبئی جا رہے ہیں اور یہی غلط رپورٹ بمبئی سی آئی ڈی کو بذریعہ تار بھجوا دی گئی۔ چنانچہ جہاز پر سی آئی ڈی والے شیخ الہندؒ کو تلاش کرتے رہے۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ نہیں آئے تو ان کے ساتھیوں کو حراست میں لے لیا' جن میں مولانا ہادی حسن بھی تھے۔ سخت تلاشی لی گئی' مگر کوئی مشتبہ چیز برآمد نہ ہوئی۔ اس کے بعد مولانا ہادی حسن کو نینی تال لے جا کر قید کر دیا گیا۔ پوچھ گچھ ہوئی' لیکن آپ مضبوط قدم رہے۔

اُدھر مظفر نگر میں حاجی محمد نبی کو شیخ الہندؒ کی ہدایات مل چکی تھیں' اُن پر عمل کیا۔ صندوق کے تختے سے یہ خط نکال کر حاجی نور الحسن کو دیا۔ انہوں نے حاجی مرزا احمد سے فوٹو اتروا کر ان کو تحریک کے مراکز میں پہنچا دیا' لیکن اس کے بعد وہ مراکز ان سے چنداں فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اسی اثنا میں ریشمی خط پکڑا گیا اور یہ فوٹو وغیرہ جلا دیئے گئے۔ ان تینوں حضرات کے ہاں پولیس کے چھاپے پڑے مگر ناکام رہے۔ حاجی محمد نبی کے ہاں جب چھاپہ مارا گیا تو انہوں نے بھی یہ خط ایک واسکٹ کی جیب میں ڈال کر اس کو صحن میں ایک کھونٹی پر لٹکا دیا اور کسی کو شبہ بھی نہ گزرا۔ حاجی نور الحسن کے ہاں اُسی روز چھاپہ مارا گیا' مگر خط تو ابھی پہنچا ہی نہیں تھا بعد میں پہنچا۔ احمد مرزا فوٹو گرافر کے مکان پر دو مرتبہ چھاپہ مارا گیا۔ پہلی مرتبہ تو خط پہنچا ہی نہیں تھا اور دوسری مرتبہ ایک کرسی کے نیچے ایک تھالی میں پڑا رہا۔

امیر حبیب اللہ خان کا جرگہ

یاد رہے کہ انور پاشا کے خط دو تھے۔ ایک خط میں قوم سے اپیل کی گئی تھی کہ حضرت شیخ الہندؒ کا ساتھ دیں۔ درحقیقت یہی خط فوٹو اتروا کر تحریک کے مرکزوں میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ دوسرا خط افغان حکومت کے نام تھا' جس میں معاہدے کا ذکر تھا۔ وہ خط حاجی نبی محمد کے پاس محفوظ رہا۔ مولانا ہادی حسن نے رہائی کے بعد اس خط کو خود افغانستان پہنچایا اور مقررہ جگہ پر پہنچانے کے بعد ہندوستان واپس آئے۔ آپ نے قریباً دو ماہ میں یہ دشوار گزار سفر طے کیا۔ مولانا حسین احمد مدنی ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے لکھتے ہیں: ''یہ غلط ہے کہ افغانستان سے ایک نوجوان خوشی محمد یہاں ہندوستان آیا اور مولانا ہادی حسن سے خط لے گیا' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود مولانا ہادی حسن فوراً اپنا حلیہ بدل کر اور اپنا نام ظفر احمد رکھ کر افغانستان تشریف لے گئے تھے''۔

یہ خط کابل پہنچا تو وہاں کے انقلابی پارٹی کے رہنماؤں نے حکومت کو دے کر جواب کا مطالبہ کیا۔ امیر حبیب اللہ خان اپنی کمزوری کے باعث انگریز سے لڑنا نہیں چاہتا تھا اور اب کسی طرح جان بچا کر نکل جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے مشورے کے لئے فوجی افسروں' سول عہدے داروں اور قبائل کے سرداروں کو جمع کیا اور اس جرگے کے سامنے یہ رائے رکھی۔ اس جرگے میں مولانا عبید اللہ سندھی انقلابیوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔ حبیب اللہ خان یہ دیکھ کر سخت حیران و پریشان ہوا کہ سارا جرگہ جنگ کے لئے آمادہ اور مشتعل ہے' بلکہ اُس کے دو بیٹے امان اللہ خان اور نصر اللہ خان بھی اس تحریک میں پیش پیش ہیں۔ اُس نے اپنے طور پر یہ نتیجہ نکالا کہ یہ سب کچھ ہندوستانی لیڈروں کا کیا دھرا ہے۔ آخر حبیب اللہ خان نے اپنے شاہی اختیارات کا سہارا لے کر ایک درمیانی راہ نکالی کہ ترکی فوجیں بعض سرحدی علاقوں سے خفیہ طور پر گزر کر ہندوستان جائیں اور ہم انگریز کے سامنے مجبوری کا اظہار کر دیں گے کہ قبائلی باغی ہو کر ہمارے قابو سے باہر ہو چکے ہیں۔ اندرونِ افغانستان کا کوئی آدمی اپنے طور سے جتھے میں حصہ لینا چاہے تو آزاد ہے' لیکن حکومت بحیثیت حکومت غیر جانبدار رہے گی۔ انقلابی لیڈروں نے اسی کو غنیمت سمجھا اور افغان حکومت سے اس کا معاہدہ کر لیا جو نائب السلطنت نصر اللہ خاں نے لکھا' اور مولانا سندھی کے مشورے کے مطابق اپنی نگرانی میں محفوظ کر لیا۔ مولانا سندھی نے یہ انتظام کیا کہ اس معاہدے کی ساری عبارت مع تاریخ حملہ (19 فروری 1917ء) ایک کپڑے پر لکھوائی۔ یہی ''ریشمی رومال'' ہے۔ جس کی کہانی یہاں سلسلہ در سلسلہ چل رہی ہے۔ (جاری ہے)

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی امریکہ کے جنرل سیکرٹری ہاشم خان صاحب کے والد محترم انتقال کر گئے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی' مرکزی عاملہ اور دیگر ذمہ داران مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کے ساتھ ہاشم خان صاحب سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ تمام رفقاء و قارئین ندائے خلافت سے مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ڈیورنڈ لائن: تاریخی و قانونی پہلو

ڈاکٹر فاروق حسن

آج کے اس کالم میں راقم پاکستان و افغانستان کی بین الاقوامی بونڈری جس کو تاریخی پس منظر میں ڈیورینڈ لائن بھی کہتے ہیں کے متعلق قارئین کو اس کی تاریخ سے شناسائی کروانے کی کوشش کرے گا اور تجزیئے کے دوران اس اہم قومی مسئلے کی قانونی باتوں پر بھی کچھ اظہار رائے کیا جائے گا۔ اس مسئلے کی آج کل اہمیت یوں ہے کہ جب سے طالبان حکومت کا 2001ء میں خاتمہ ہوا ہے کرزئی انتظامیہ نے کم از کم دو بار سرعام اس بات پر اصرار کیا ہے کہ وہ پاکستان کے ساتھ اپنی جنوبی سرحد کا تعین از سرنو چاہتے ہیں اور وہ جس قانونی دستاویز کا حوالہ دیتے ہیں وہ 12 نومبر 1893ء کا وہ معاہدہ ہے جو اس وقت افغانستان کے امیر عبداللہ رحمان خان و برٹش انڈیا کے فارن سیکرٹری امور خارجہ سرماٹی مور ڈیورینڈ کے مابین ہوا تھا۔ جس میں سرراہ یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس کی مدت اطلاق ایک صدی تک رہے گی۔ یعنی بظاہر اگر یہ دستاویز قانونی حیثیت کی حامل بھی ہے تو پھر بھی اس کا اطلاق 1993ء تک رہے گا۔

اس مسئلے کو غیر جانبدار طریقے سے دیکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ہندوستان و افغانستان کے مابین تعلقات کا جائزہ پچھلی صدی سے کریں۔ انیسویں صدی میں دو بار انگلستان کی گورنمنٹ نے لندن میں روس کے زار سے یہ معاہدہ کیا کہ دونوں طاقتیں جنوبی ایشیاء کے حصے ہیں اور وسطی ایشیاء کے جغرافیائی علاقوں میں اپنے اپنے ''دائرہ اثر'' Sphere of Influence کو برقرار رکھیں گے۔ یعنی روس کی زیر اثر ریاستوں پر انگریز حکومت فوجی و سیاسی اقدامات سے باز رہے گی اور اسی طرح سے روس بھی باوجود اس بات کے کہ وہ اس علاقے میں جغرافیائی لحاظ سے برٹش انڈیا سے قریب تھا' وہ کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گا۔ 1893ء کا معاہدہ اسی یورپین خارجہ امور کی ایک کڑی تھا کیونکہ اس میں بھی اس کی شق نمبر 1 میں یہ چیز درج کی گئی کہ افغانستان و برٹش انڈیا میں دائرہ اختیار و اثر و رسوخ برقرار رہے گا۔ وہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی جارحانہ اقدامات نہیں کریں گے۔ یہ بات اہم ہے کہ اس دستاویز نے انڈین سلطنت کی بونڈری فکس نہیں کی تھی بلکہ حکومت برطانیہ و عبداللہ رحمان خان کے مابین صرف ''دائرہ اثر'' پر اتفاق ہوا تھا۔ اس کے بعد جب بیسویں صدی کے شروع میں ہندوستان میں لارڈ کرزن وائسرائے بنا تو اس نے امیر عبداللہ رحمان خان کے لڑکے خان حبیب اللہ خان جو اس وقت افغانستان میں امیر بن گئے تھے کو دعوت دی کہ وہ دہلی میں آ کر برطانیہ حکومت سے 1893ء کے دستاویز کی ایک بار پھر تصدیق کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امیر حبیب اللہ خان کے دور کے آغاز میں یہ شکایت شروع کر دی گئی تھی کہ ڈیورینڈ لائن جو عملاً 1893ء سے DE FACTO بونڈری بن گئی تھی کے خلاف یہ کہا جا رہا تھا کہ یہ بین الاقوامی قانون کے تحت جائز نہیں ہے کیونکہ یہ زبردستی کے تحت (جبراً) منوائی گئی تھی۔ لہٰذا لارڈ کرزن نے افغانستان کے لئے آمد و رفت و سامان کی ترسیل کے راستے بند کر دیئے۔ اس کے بعد برطانوی وائسرائے نے اپنا خارجہ امور کا سیکرٹری سر لوئیس ڈین کابل بھیجا اور 21 مارچ 1905ء کو ڈیورینڈ معاہدے کی توثیق کی دستاویز پر دستخط کئے گئے۔ اس کے بعد پہلی جنگ عظیم ظہور پذیر ہوئی اور نتیجتاً 8 اگست 1919ء کو راولپنڈی امن معاہدہ ظہور پذیر ہوا جس کے ذریعے پہلی دفعہ افغانستان کو ایک خودمختار سلطنت کے طور پر یورپی طاقتوں نے تسلیم کیا اور قانوناً یہ خطہ جو پچھلے 150 سال سے روس کے دائرہ اختیار میں تسلیم شدہ حقیقت کا حامل تھا۔ اب ایک آزاد ریاست کے طور پر منظر عام پر آیا۔ کیونکہ برٹش انڈیا و افغانستان کے مابین تب تک کوئی حتمی بونڈری لائن متعین نہیں کی گئی تھی اور محض دائرہ اثر و رسوخ کی عکاسی کے لئے ڈیورینڈ لائن موجود تھی برطانیہ کی حکومت نے یہ محسوس کیا کہ اب خودمختار افغانستان سے ایک بار پھر اس بات کا تعین ضروری ہے۔ لہٰذا 22 نومبر 1921ء اور 6 فروری 1922ء کو برٹش انڈیا کی حکومت اور افغانستان نے بین الاقوامی نوعیت کی دستاویز کا تبادلہ کیا جس میں بلاواسطہ 1893ء کی ڈیورینڈ لائن کو ہندوستان و افغانستان کے درمیان عملاً بونڈری تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن پھر بھی وقتاً فوقتاً افغانستان کی طرف سے یہ چرچا کیا جاتا رہا کہ یہ بین الاقوامی معاہدہ قانون کے تحت جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ایک امپیریل پاور اور ایک چھوٹی غریب ریاست کے مابین دھونس سے منظور کر لیا گیا تھا۔ بہرحال یہ پوزیشن 1947ء تک رہی اور اگست میں جب ہندوستان و پاکستان کی ڈومینین قائم کی گئیں تو افغان گورنمنٹ نے براہ راست برٹش گورنمنٹ و بین الاقوامی سطح پر یہ کہا کہ کیونکہ پاکستان کی ریاست 1947ء کے برٹش پارلیمنٹ کے تشکیل کردہ قانون کی نسبت ایک ''نئی ریاست'' تھی ان کے تمام معاہدے جو برطانیہ کے ساتھ کئے گئے تھے اور جن کا اطلاق جغرافیائی اعتبار سے اس علاقے سے تھا جو اب پاکستان کی ٹیریٹری بن گئے تھے۔ اب ازسرنو تحریر ہو کر ہی قانوناً عمل شدہ تسلیم کئے جائیں گے۔ آزادی سے قبل جو اہم دستاویزات برطانوی حکومت نے مہیا کی ہیں ان سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ انگلستان اس بات سے بظاہر اختلاف نہیں کر رہا تھا اور یہ صرف کانگرس پارٹی ہی کی ڈیمانڈ تھی کہ برٹش انڈیا کی تمام سرحدیں ویسی ہی رہیں گی جیسا کہ 15 اگست 1947ء سے پہلے تھیں۔ لہٰذا 1947ء کے ریفرنڈم میں پختونستان کا نعرہ ابھرا اور جن عناصر نے اس کا بائیکاٹ کیا تھا وہ اسی بنا پر تھا کہ ان کو ہندوستان یا پاکستان سے جبری الحاق نامنظور تھا۔ بہرکیف برطانوی حکومت نے ریفرنڈم کروایا اور سرحد نے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ دیا۔ لیکن اس کے بعد جب کہ پاکستان کا قیام ظہور پذیر ہو چکا تھا افغانستان میں دو اہم اور قابل ذکر واقعات رونما ہوئے۔ پہلے 26 جولائی 1949ء کو شوریٰ نے برطانوی حکومت سے کئے گئے تمام بین الاقوامی معاہدے منسوخ کرنے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد 10 نومبر 1955ء کو افغانستان میں لویہ جرگہ نے بھی اس قانون کی توثیق کر دی کہ وہ انگلستان سے کئے گئے تمام وعدے منسوخ تصور کرتے ہیں۔ اس کے بعد یہ آخری پوزیشن وقتاً فوقتاً دونوں ممالک یعنی پاکستان و افغانستان کے درمیان ایک تنازعے کی شکل اختیار کر گئی۔ 1970ء کے عشرے میں افغانستان کے وزیراعظم موسیٰ شافق و صدر داؤد خان نے کچھ جارحانہ بیانات کے بعد آخر یہ بہتر سمجھا کہ دونوں ملکوں کے درمیان مفاہمت ہونی چاہئے' کیونکہ اس ڈیورنڈ لائن کے تنازعے کی وجہ سے علاقائی ماحول خراب ہو رہا تھا۔ 1977ء میں ایک نیا معاہدہ تحریر کیا جانے والا تھا اور یہ امید تھی کہ اب یہ مسئلہ بنیادی طور پر ''حل'' ہو جائے گا کیونکہ دونوں خودمختار ریاستیں اس کو ختم کرنے پر آمادہ ہو گئی تھیں۔ لیکن جنرل ضیاء الحق کے فوجی انقلاب کے بعد داؤد خان نے اس مسئلے کو افہام و تفہیم سے طے کرنے سے گریز کیا۔

پاکستان کا 1947ء سے اس مسئلے پر مسلسل یہی موقف رہا ہے کہ 1893ء کی گئی تحریر اب بھی اصولاً قائم ہے اور اس کی توثیق راولپنڈی امن معاہدہ 1919ء میں ہو گئی تھی۔ تاہم اس میں ان نازک و اہم نکات پر براہ راست بحث کرنے کی پاکستانی وزارت خارجہ نے بھی بظاہر کی

کوشش نہیں کی جن کا میں نے اس کالم میں سرراہ ذکر کیا ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان کا موقف یہی ہوگا کہ 1893ء میں جو عملاً کنٹرول کی سرحد ظہور پذیر ہوئی تھی وہی بونڈری ہے۔ اگرچہ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ بظاہر اس معاہدے میں کسی لائن کی بجائے صرف دائرہ اثر و رسوخ کا ذکر پایا گیا ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے پاکستان کو کیا کرنا چاہئے یا کرنا پڑے گا اس پر میرا مشورہ دینا مناسب نہیں ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ طالبان حکومت کے دوران یہ تنازعہ عملاً ختم کر دیا گیا تھا کیونکہ ان کی حکومت نے پاکستان کی مسلسل حمایت و سرپرستی کے عوض یہ مناسب سمجھا تھا کہ وہ ڈیورنڈ لائن کو ہی سرحد تسلیم کرنے کو تیار تھے اور میرے خیال میں یہ پاکستانی حکومت کی عملاً نااہلی تھی کہ انہوں نے اس مسئلے کو اس دوران تحریراً اس کی حتمی قانونی منزل تک نہیں پہنچایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس حکومت کی رخصتی کے بعد اس مسئلے کو کابل کی طرف سے اٹھایا جا چکا ہے اور بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اثر و رسوخ کے دائرے کا ذکر سے مراد اب خیبر پاس والی سرحد نہیں بلکہ اس سے کہیں آگے ان علاقوں میں بھی ہے جہاں پاکستان کا مسلمہ قانونی حق موجود ہے۔ بہرکیف دہشت گردی کی جنگ کے عوض امریکہ نے افغانستان کی حکومت جو یہ حقیقت میں محض ایک نمائشی قانونی تشخص کی مالک ہے' کو اس پر رضامند کرایا کہ وہ پاکستان کے ساتھ مل کر اس مسئلے کو افہام و تفہیم سے حل کرے یا کم از کم اس کو ناجائز ہوا نہ دے۔ پاکستان نے بھی پچھلے دو سال میں افغان حکومت کو قائم رکھنے میں مختلف اقسام کی امداد دی ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک Tripartite Commission وجود میں آیا جس کی ممبرشپ افغانستان و پاکستان کے علاوہ امریکی ماہرین پر مشتمل ہے اس کمیشن کا اجلاس 17 جون 2003ء میں ہوا اور اس کے بعد مسلسل وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ اس کمیشن کے دائرہ اختیار میں وہ تمام مسائل لائے گئے ہیں جو دونوں ممالک کے تعلقات میں اہمیت کے حامل ہیں۔ امریکہ کی سردست یہی خواہش ہے کہ تاوقت کہ دہشت گردی کی جنگ اس خطے میں اختتام پذیر نہیں ہوتی یہاں کوئی براہ راست سرحدی تنازعہ' کابل و اسلام آباد کے مابین کھڑا نہ ہو جائے۔ لیکن یہ حل تب ہی پاکستان کے لئے سودمند ہو سکتا ہے اگر ایک پائیدار بونڈری' ڈیورنڈ لائن کی شکل میں قائم کر دی جائے۔ لیکن مجھے خطرہ یہ ہے کہ ایسے مسائل میں حکومت پاکستان نے اکثر و بیشتر فنی و قانونی لاعلمی کا شکار ہوتے ہوئے ملک و ملت کا نقصان کیا ہے۔ لہٰذا اب جو مسئلہ میری اطلاع کے مطابق اس کمیشن کے سپرد اس بونڈری کے تعین کے حوالے سے کیا گیا ہے اس میں یہ بات پاکستان نے تسلیم کی ہے کہ افغانستان' پاکستان بونڈری ریڈ مارک کی جائے۔ یعنی بنیادی طور پر افغانستان کا یہ دیرینہ موقف حکومت پاکستان نے بظاہر مان لیا ہے کہ ڈیورنڈ لائن نے صرف "دائرہ اختیار" مابین برٹش انڈیا و افغانستان طے تھا نہ کہ ایک طے شدہ سرحد کی لائن۔ کیونکہ اس مسئلے پر ہماری وزارت خارجہ نہ عوام کو اعتماد میں لیتی ہے اور نہ پارلیمنٹ کو۔ اس لئے ان معلومات کا فراہم کرنا ضروری ہے کہ مندرجہ بالا کمیشن کا درست دائرہ اختیار کیا ہے؟ اور اب اس مسئلے میں اصل پوزیشن کیا ہے؟ تاکہ اس مسئلے کو ہمیشہ کے لئے خوش اسلوبی سے طے کرنے کا موقع ضائع نہ ہو جائے۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ)

امریکن مشن پیپرز

جاوید چودھری

"امریکن مشن پیپرز" کا انکشاف بھارت کے ایک اخبار نویس جوسی جوزف نے کیا تھا۔ اس نے 16 اکتوبر 2004ء دی ٹائمز آف انڈیا میں ایک تہلکہ خیز سٹوری دی' اس سٹوری میں اس نے انکشاف کیا کہ امریکی حکومت 2005ء تک پاک بھارت میں بنیادی تبدیلیاں لے آئے گی' اس نے اس ضمن میں امریکی حکومت کی بعض خفیہ دستاویزات بھی شائع کیں' امریکی انتظامیہ کی طرف سے تاحال ان دستاویزات کی کوئی تردید نہیں آئی۔ جوسی جوزف کا کہنا تھا کہ امریکہ نے 2001ء میں پاکستان کے بارے میں پانچ سالہ منصوبہ تیار کیا' اس منصوبے کے چار حصے تھے' کشمیر' پاکستانی سیاست' پاکستان کے جوہری سائنس دان اور پاکستان کا امیگریشن سسٹم' ان چار حصوں کے لئے الگ الگ منصوبے بنائے گئے جنہیں "مشن پلانز" کا نام دیا گیا۔ امریکہ نے ان چاروں شعبوں میں اپنے اہداف طے کئے اور ان کی تکمیل کے لئے بھارت اور پاکستان کی قیادت پر ظاہری اور خفیہ دباؤ ڈالنا شروع کر دیا' یہ دباؤ اس قدر مکمل اور شدید تھا کہ خطے کی قیادت امریکی خواہشات کے مطابق حرکت کرنے لگی اور امریکی ٹارگٹ مکمل ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ پاکستان اور بھارت اس موڑ پر آ گئے جہاں سے پوری دنیا کو ایک بڑی تبدیلی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

جوسی جوزف نے اپنے مضمون میں امریکن مشن پیپرز بھی شائع کئے' یہ پیپرز جدول کی شکل میں ہیں' ہر پیپر پانچ خانوں پر مشتمل ہے جس کا پہلا خانہ 2001ء کو ظاہر کرتا ہے' دوسرا 2002ء' تیسرا 2003' چوتھا 2004ء اور پانچواں 2005ء کو پہلے خانے یعنی 2001ء میں ایشو کی موجودہ صورتحال دکھائی جاتی ہے جبکہ اگلے خانے امریکی ٹارگٹس کو ظاہر کرتے ہیں مثلاً آپ کشمیر کو لیجئے اس مشن پیپرز کا عنوان END OF CONFLICT ALONG LINE OF CONTROL ہے اس کے پہلے خانے یعنی 2001ء میں لکھا ہے "پاکستان مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین کو بھرپور تعاون فراہم کر رہا ہے۔" 2002ء کے سامنے ٹارگٹ لکھا ہے "سرحد پار عسکری جدوجہد ختم کر دی جائے گی۔" 2003ء کا ٹارگٹ ہے "کشمیری لیڈر مجاہدین کی جگہ لے لیں گے" 2004ء کا ٹارگٹ ہے" پاکستان اور بھارت کنٹرول لائن پر امن کو یقینی بنائیں اور 2005ء کا ٹارگٹ ہے "آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے درمیان ٹریفک شروع ہو جائے گی" کشمیر پر امریکہ مشن کا دوسرا حصہ کشمیری مجاہدین کے بارے میں ہے' اس مشن کے مطابق 2001ء میں کشمیری مجاہدین کے خلاف پاکستان میں جزوی کریک ڈاؤن ہوگا' 2002ء میں پاکستانی حکومت دہشت گردوں کی گرفتاری کے لئے پولیس کو ٹریننگ' ہتھیار' جاسوس آلات اور اختیارات دے گی' 2003ء میں پاکستان فرقہ واریت' مذہبی شدت پرستی اور کشمیری مجاہدین کے خلاف کامیاب کارروائی کرے گا' 2004ء میں کشمیری مجاہدین کی معاشی امداد بند ہو جائے گی' چندے جمع کرنے پر پابندی لگ جائے گی اور 2005ء میں کشمیر کا مسئلہ دونوں اطراف کی کشمیری لیڈرشپ کے ہاتھ میں چلا جائے گا' اس پیپر کا تیسرا حصہ کشمیر پر پاک بھارت مذاکرات سے متعلق ہے' اس جدول کے مطابق 2001ء میں دونوں ممالک کے مابین ہر قسم کے مذاکرات بند تھے' 2002ء میں پاکستان اور بھارت اپنی اپنی سرحدوں سے فوجیں واپس بلائیں گے' 2003ء میں دونوں ممالک مذاکرات شروع کریں گے' 2004ء میں دونوں اطراف کی کشمیری قیادت کو مذاکرات میں شامل کیا جائے گا اور 2005ء میں دونوں ممالک مسئلہ کشمیر کے سیاسی حل کا فریم ورک دیں گے۔

امریکہ کا دوسرا مشن پیپر پاکستان کے جوہری

پروگرام سے متعلق ہے' اس پیپر کے دو حصے ہیں' پہلے حصے کے مطابق پاکستان جوہری پروگرام کے بارے میں ایک نیشنل ایکسپورٹ کنٹرول سسٹم بنائے گا اور دوسرے حصے کے ٹارگٹس کے مطابق پاکستان ان تمام ''روگ'' سائنس دانوں کے خلاف کارروائی کرے گا جو دوسرے ممالک کو جوہری معلومات فراہم کر رہے ہیں' 2001ء سے 2005ء تک پچھلے اس مشن پر بھی عملدرآمد ہو چکا ہے۔ تمام ''روگ'' سائنس دان فارغ ہو چکے ہیں اور ہمارا جوہری پروگرام ایک جدید ترین کمانڈ اینڈ سسٹم کی نگرانی میں آچکا ہے' تیسرا پیپر امیگریشن کے متعلق ہے' امریکہ پاکستان میں داخل ہونے اور باہر جانے والے لوگوں پر نظر رکھنا چاہتا تھا' امریکی سی آئی اے نے ورجینا کی ایک پرائیویٹ کمپنی Booz-Allen Hamilton سے ایک سسٹم بنوایا تھا' اس سسٹم کو عرف عام میں Pisces کہا جاتا ہے' اس سسٹم میں امریکہ کو مطلوب تمام لوگوں کے بارے میں معلومات درج ہیں' یہ کیمروں کے ساتھ منسلک ہے جوں ہی کوئی مطلوب یا مشکوک شخص کیمرے کے سامنے آتا ہے یہ سسٹم وارننگ دے دیتا ہے' امریکہ نے یہ سسٹم ابتدا میں امریکی ایئرپورٹس پر لگایا 2001ء میں پاکستان میں بھی یہ سسٹم لگانے کا فیصلہ ہوا۔ مشن پیپر کے تیسرے جدول کے مطابق 2001ء میں کراچی ایئرپورٹ پر پہلا سسٹم لگایا جائے گا' 2002ء میں لاہور' اسلام آباد' کوئٹہ اور پشاور میں اور 2003ء میں پاکستان میں داخلے اور اخراج کے تمام مقامات پر سسٹم لگا دیا جائے گا۔ 2004ء میں اس سسٹم کو نیشنل کرائمس مینجمنٹ سیل' خفیہ اداروں اور تحقیقاتی ڈیٹا بیس سے منسلک کر دیا جائے گا اور 2005ء میں یہ سسٹم امریکی معیار کے مطابق کام کرے گا' امریکہ میں یہ سسٹم سی آئی اے کے ڈیٹا بینک سے منسلک ہے اور وہاں سے پاکستان میں داخل ہونے اور باہر جانے والے تمام لوگوں کی نگرانی ہو رہی ہے۔ یہ سسٹم اس وقت پاکستان کے تمام ایئرپورٹس پر نصب ہے۔ چوتھا پیپر پاکستان کے سیاسی نظام سے متعلق ہے' اس جدول کے مطابق پاکستان میں الیکشن ہوں گے' اسمبلیوں میں پڑھے لکھے لوگ آئیں گے اسمبلیاں قائم رکھتے ہوئے سیاسی تبدیلیاں آئیں گی' سیاسی جماعتوں میں رابطے اور ڈائیلاگ شروع ہوں گے اور صدر مشرف 31 دسمبر 2004ء کو وردی اتار دیں گے۔

یہ مشن پیپرز چشم کشا ہیں' ان میں درج تمام ٹارگٹس بھی کم و بیش پورے ہو چکے ہیں جو باقی بچے ہیں ان پر پیش رفت جاری ہے' یہ مشن پیپرز بظاہر درست لگتے ہیں کیونکہ امریکی انتظامیہ نے آج تک ان کی تردید نہیں کی' اب تک وردی واحد ٹارگٹ بچا ہے جو بظاہر پورا ہوتا نظر نہیں آتا بعض دانشوروں کا کہنا ہے واتا آپریشن شاید اس ٹارگٹ کو 2005ء تک موخر کر دے گا لیکن اپوزیشن کے تیور بتاتے ہیں۔ یہ ٹارگٹ بھی پورا ہو جائے گا' مشن پیپرز تکمیل تک پہنچ جائیں گے جس کے بعد نیا پانچ سالہ منصوبہ شروع ہوگا' یہ پانچ سالہ منصوبہ کیا ہوگا اس کے لئے اس خطے کے لوگوں کو دو سال تک انتظار کرنا ہوگا۔ بھارت کو اپنی سات لاکھ فوج کی قربانی دینا ہوگی! (بشکریہ: روزنامہ جنگ)

بھارت میں بانیٔ تنظیم کی مصروفیات

26 نومبر: بانیٔ محترم نے جامع مسجد دہلی میں اجتماع جمعہ سے خطاب فرمایا:

موضوع تھا: ''اہمیت واحکام جمعہ''

اسی روز شام خواتین کے عظیم اجتماع (7 تا 10 ہزار خواتین) سے ''مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

اسی روز محترم اسرار عالم سے مختصر ملاقات بھی ہوئی

27 نومبر: محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے صبح 10 بجے جعفر آباد عیدگاہ نیو دہلی میں "Comprehesive Views of Muslims" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ قریباً 7 ہزار حضرات اور 3 ہزار خواتین نے یہ خطاب سنا۔ یہ پروگرام TV پر بھی Live ریلے کیا گیا۔

اسی روز شام 6 بجے محترم ڈاکٹر صاحب نے جماعت ہندی کیمپس نیو دہلی میں ''موجودہ حالات میں اسلام کا مستقبل'' کے موضوع پر خطاب فرمایا قریباً 5 ہزار حضرات اور ایک ہزار خواتین نے یہ خطاب سنا۔

28 نومبر: صبح 11:30 تا 1:30 بجے دوپہر بانیٔ محترم نے علی گڑھ یونیورسٹی کے کینڈی ہال میں ''اُمت مسلمہ کا ماضی' حال اور مستقبل'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ قریباً ساڑھے چھ ہزار مردوں اور ڈیڑھ ہزار خواتین نے یہ خطاب سنا۔

29 نومبر: صبح 11:30 بجے عبداللہ گرلز کالج' علی گڑھ یونیورسٹی میں بانیٔ محترم نے ''مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ حاضری قریباً 2 ہزار تھی۔

کیا عورت کے لئے ''گھر'' قید خانہ ہے؟

مظہر علی ادیب

ہمارے موجودہ حکمران خواتین کے بارے میں سراسر مغربی پالیسی پر گامزن ہیں۔ ان کے نزدیک عورت کا اصل مقام ''گھر'' نہیں بلکہ ''دفتر ہے'' وہ کہتے ہیں کہ عورت کو 'عضو معطل'' نہیں بنایا جا سکتا' اسے معاشرہ کا ایک فعال رکن ہونا چاہئے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ''عورت کا اصل مقام'' اس کا ''گھر'' ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ یہ تصور کسی ملا کی ایجاد ہے' عورت کو ''گھر'' میں ''مقید'' نہیں کیا جا سکتا' حالانکہ یہ تصور کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے' کسی انسان کا نہیں' خود خدا کا پیش کردہ تصور ہے۔ قرآن حکیم کی سورۃ الاحزاب (33) میں اللہ تعالیٰ کا صاف اور واضح ارشاد ہے۔ ''اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ جمی بیٹھی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کے سے ''بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو' سورۃ النحل (80) میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔'' اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے'' (حضرت عائشہؓ سے خطاب کرتے ہوئے) تم اپنے گھر میں جمی رہو کیونکہ یہی تمہارا جہاد ہے'' (مسند احمد جلد 6 ص 68) ''عورت پوشیدہ رکھی جانے والی مخلوق ہے جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے۔'' (الترمذی' باب الرضاع) حضرت عمرؓ کا قول ہے ''عورت پوشیدہ رکھی جانے والی مخلوق ہے' لہٰذا تم اس کو گھروں میں چھپاؤ۔'' (عیون الاخبار جلد 4 صفحہ 78) حضرت عائشہؓ کے جنگ جمل میں شرکت کے موقع پر حضرت ام سلمہؓ نے انہیں ایک خط لکھا۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

''آپؓ کی حیثیت رسول اللہؐ اور امت کے درمیان ایک دروازہ کی ہے اور آپؓ کا حجاب گویا اس پر حرمت کا پردہ ہے۔ اللہ نے آپؓ کو گھر میں بٹھایا ہے۔ پس گھر کو چھوڑ کر میدانِ جنگ میں نہ چلی آئیے' آپ حضور ﷺ کے قائم کردہ پردے کو اپنا ستر اور گھر کے صحن کو اپنا قلعہ بنائیں۔ آپ حقیقت میں امت کی خیر خواہ اسی وقت ہوں گی جب کہ آپؓ ان کی مدد کے لئے میدان میں جانے کے بجائے گھر میں رہیں۔''

(العقد الفرید جلد 3 ص 98 الامۃ والسیاسۃ جلد 2 ص 58)

علامہ اقبالؒ کا قول ہے: ''عورت کا جنسی تقدس اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے اجنبی نگاہوں سے ہر طرح محفوظ رکھا جائے۔ عورت ایک بہت ہی عظیم ذریعہ تخلیق ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی تخلیقی قوتیں مستور و محجوب ہیں۔''

(مضمون شائع شدہ اور پول پوسٹ لندن 1933ء)

جرمن مصنف رچرڈ گرن برگر ''نازی جرمنی کی سوشل تاریخ'' میں لکھتے ہیں۔ عورتوں کے لئے اس دور کا نعرہ بچے' چرچ اور باورچی خانہ تھا۔ ہٹلر کے دور میں یہ نعرہ ''عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔'' زیادہ شدت سے گونجنے لگا۔ ہٹلر کا کہنا تھا کہ ہم نے عورتوں کو پبلک لائف سے جو علیحدہ کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو عزت کا مقام دینا چاہتے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ ہم ان کی عزت نہیں کرتے' بلکہ چونکہ ہم ان کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں اس لئے ہم ان کو پارلیمانی جمہوریت کی گندگی سے الگ رکھنا چاہتے ہیں۔ روس کے شہرۂ آفاق مفکر ٹالسٹائی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ ''عورت کا زیور اس کی پاکدامنی ہے اور پاک دامن وہ عورت ہو سکتی ہے جو گھر کی چار دیواری میں رہتی ہو۔'' لنڈ برگ اور فارنہم اپنی تصنیف ''ماڈرن ویمن'' میں لکھتے ہیں۔ اعداد و شمار یہ واضح کرتے ہیں کہ مرد کی کام کرنے کی طاقت اور قابلیت 30 سے 60 فیصد تک بڑھ جاتی ہے۔ جب اس کی بیوی اس کا گھر سنبھال لیتی ہے۔ علامہ ابن ہمام (فتح القدیر جلد 3 ص 33) فرماتے ہیں ''گھر سے باہر بہت زیادہ (عورتوں کی) آمدورفت رکھنا فتنے کے دروازے کو کھولنا ہے' خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ نوجوان ہو—— اسلام نے عورت کی گھریلو ذمہ داریوں یا اس کی اندرونِ خانہ مصروفیات کا یہاں تک احترام کیا ہے کہ اسے جہاد' اجتماعی عبادات' جنازوں میں شرکت وغیرہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ قاضی ایک باپردہ عورت کو عدالت میں نہیں بلا سکتا۔ قاضی اس خاتون کے گھر جا کر فیصلہ کرے گا یا نائب کو بھیج کر اس کے گھر پر ہی فیصلہ کروائے گا۔ (الماوردی ادب القاضی 2' 325) حضرت عمرؓ کے دور میں ایک لڑکی نے اپنے ساتھ زیادتی کرنے والے نوجوان کو قتل کر دیا تھا تو حضرت عمرؓ اس لڑکی کے گھر خود گئے اور اس کے حالت پوچھے۔

دورِ اوّل میں چند خواتین کی جنگوں میں شرکت کسی اصول کے تحت نہیں تھی' بلکہ ہنگامی ضرورت اور حربی' سیاسی و طبی مصالح کی بنیاد پر تھی۔ نیز اس وقت تک ستر و حجاب کی تفصیلی آیات نازل نہیں ہوئی تھیں۔ مزید برآں یہ شرکت ہمیشہ اپنے قریبی عزیز و اقارب کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور عموماً ان کا دائرہ عمل بھی انہی تک محدود رہتا تھا۔

(شرح مسلم' جلد 2 ص 114)

جب ہنگامی ضرورت اور خصوصی مصلحتیں ختم ہو گئیں تو ان ''چند خواتین کو بھی واپس'' ''گھر'' بھیج دیا گیا اور اگر کوئی خاتون بضد ہوتی تو حضور اکرمؐ اس پر ناراض ہوتے اور پوچھتے ''تم کس کے ساتھ گھر سے نکلیں اور کس کی اجازت سے نکلیں'' (مسند احمد جلد 5 ص 172) خواتین کی جنگوں میں شرکت ایک استثنائی شکل ہے' اگر آج بھی ایسی ضرورت پیش آ جائے تو وہ شریک ہو سکتی ہیں۔ لیکن جوں ہی یہ ''ضرورت'' ختم ہو گی خواتین کو اپنے اصلی محاذ ''گھر'' پر واپس جانا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو ''گھر'' میں وقار سے ''جمے'' رہنے کا حکم دیا' اس نے اس حکم کو توڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ''گھر'' کو ''جائے سکون'' بنایا' عورت نے گھر کو ''قید خانہ'' سمجھا اور ''سکون'' کی خاطر اس سے باہر نکل آئی۔ لیکن اس ''حکم عدولی'' اور ''غلط تصور'' کے بڑے ہولناک نتائج نکلے۔

1۔ اپنی عصمت جیسی انمول دولت گنوا بیٹھی۔ کنزے انسٹی ٹیوٹ آف سیکس ریسرچ کے مطابق ہر دسویں امریکن عورت بن بیاہی ماں ہے۔ برطانیہ میں 1981ء میں ایک لاکھ باسٹھ ہزار 45 عورتوں نے اسقاط حمل کرایا۔ (امروز 24 جنوری 85ء) ڈاکٹر آئی سکاٹ میڈیکل آفیسر لندن کے مطابق ''لندن میں ہر دسواں بچہ ناجائز پیدا ہوتا ہے۔'' فادر پیڈرو ایروپ نے رائٹر ایجنسی کو ایک بیان میں بتایا ''جاپان میں ناجائز حمل گرانے کے ذریعے جو معصوم لوگ ہلاک ہوئے ان کی تعداد ہیروشیما پر گرائے جانے والے ایٹم بم کے نتیجے میں مرنے والے بے گناہ لوگوں سے زیادہ ہے۔

2۔ بچوں کو اپنی ممتا سے محروم کر کے انہیں پاگل بنا دیا۔ صرف امریکہ میں ایسے بچوں کی تعداد جو اپنا ذہنی توازن کھو چکے ہیں چار کروڑ ہے۔ (برٹش میڈیکل جرنل' مارچ 42ء) ماں کی تربیت سے محروم بچے۔

ودرجہ آوارہ منشیات کے عادی اور اخلاقیات سے بالکل عاری اٹھ رہے ہیں۔ ہر سال قتل و غارت' اغوا' جسمانی مار پیٹ' ڈاکہ' راہ زنی' دھوکہ دہی اور کار چرانے کے جرائم میں بالترتیب ایک دو چار پانچ' تین چھ اور سات فیصد کا اضافہ ہو رہا ہے۔ خود عورت بھی ان شرمناک جرائم میں ملوث ہے اور آوارہ لڑکیوں کے علیحدہ جیل خانے تعمیر کئے جا رہے ہیں۔

3۔ گھر سے باہر غیر فطری کاموں میں الجھنے کی وجہ سے خود عورت بیمار ہے۔ چھاتی کے سرطان سے صرف چین میں ڈیڑھ منٹ کے بعد ہر چھٹی عورت موت کی نیند سو جاتی ہے۔ ("سکھی گھرانہ" شمارہ جنوری) امراض خبیثہ وبائی صورت اختیار کر چکے ہیں۔

4۔ ازدواجی زندگی میں عدم استحکام' مغربی ممالک میں ہر تیسری شادی کا انجام طلاق ہوتا ہے۔ ازدواجی زندگی باہمی اعتماد' خلوص اور محبت سے عاری ہے۔ آپس میں مار پیٹ کے واقعات بڑھ رہے ہیں۔ (دی نیشن لاہور جنوری 88ء) گھر میں کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ ہونے کی وجہ سے بوڑھے والدین 'اولڈ ہومز' میں پڑے ہوئے ہیں اور قریبی عزیز و اقارب میں سے کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں ہے۔ غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں عورت کے گھر کو خیر باد کہنے اور بیرونِ خانہ سرگرمیوں میں شرکت کے باعث بگاڑ نہ پیدا ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں شادی کے بعد عورت کی ملازمت پر پابندی لگائی جا رہی ہے اور انہیں باور کرایا جا رہا ہے کہ جوتے' کپڑے یا پستول بنانے والے کارخانوں سے کہیں زیادہ "کارخانہ" (یعنی گھر) اہم ہے' جو انسان بناتا ہے' حد یہ ہے کہ بے خدا روس کے رہنما گورباچوف بھی اب یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ "خواتین کو اپنی خاندانی ذمہ داریاں سنبھالنی چاہئیں اور "مرد جنگ کی آگ" اور "عورتیں باورچی خانے کی آگ" جلانے کی زیادہ اہل ہیں۔

(کتاب وومن مشن" "جنگ" 18 نومبر 87ء)

حقیقت یہ ہے کہ عورت خود طبعاً کئی کئی دنوں سے لے کر کئی کئی مہینوں تک پابند خانہ رہنے پر مجبور ہے۔ گھر کی چار دیواری عورت کے لئے "قید خانہ" نہیں ہے' اس کے سچے آرام و آسائش کی مقدس جگہ ہے۔ یہی گھر کی "چار دیواری" اس کی عزت و ناموس کی محافظ ہے ــــ اس کی عصمت و عفت کی پناہ گاہ ہے۔ اس کی نسوانیت کی پاسبان ہے۔ اس کی عظمت و توقیر کی نگران ہے۔ اس کی فطری آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل کا مرکز ہے۔ "گھر" ایک ایسا ادارہ ہے کہ جس کی عورت نہ صرف بنیاد فراہم کرتی ہے' بلکہ اس کی آئندہ تعمیر و ترقی کی بھی وہی ذمہ دار ہے۔

"گھر" سے خاندان "خاندان" سے معاشرہ اور معاشرے سے ریاست وجود میں آتی ہے۔ "گھر" کی مضبوطی خاندان کی مضبوطی ہے اور خاندان کی مضبوطی معاشرے اور ریاست کا استحکام ہے۔ عورت جب "گھر" کو چھوڑتی ہے اور اس کی مقدس چار دیواری کو پھلانگتی ہے تو یہ "ادارہ" ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے اور نتیجتاً سارے معاشرے اور ساری ریاست میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ وہ چند ابدی اٹل حقیقتیں ہیں کہ جنہیں کسی بادشاہ کے کہنے پر یا چند عورتوں کے ان کے برعکس نعرہ بازیوں اور ہاؤ ہو سے بدلا نہیں جا سکتا۔ انجام کار ان حقیقتوں کے تسلیم کرنے ہی میں پوری انسانیت کی فلاح و کامرانی مضمر ہے۔

تاریخ کا سبق

ہلاکو خان کا ایک خط

ہلاکو کا ایک خط بلا کسی تبصرے کے پیش کر رہے ہیں جو اس نے فروری 1258ء میں سقوط بغداد کی مہم سے فارغ ہو کر شام کے حکمران سلطان ناصر کے نام لکھا تھا۔

"ملک الناصر! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم خدا کے لشکر ہیں۔ وہ ہمارے ہی ذریعے سے گناہ گاروں' خطا کاروں' ظالموں اور متکبروں سے انتقام لیتا ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔ اگر ہم کو کبھی غصہ آ جاتا ہے تو کایا پلٹ دیتے ہیں۔ ہم نے بہت شہروں کو برباد کر دیا۔ بندگانِ خدا کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے عورتوں اور بچوں پر بھی رحم نہیں کھایا۔ اس دنیا کے باقی ماندہ لوگو! تمہارے ساتھ بھی یہی کچھ ہونے والا ہے۔ یاد رکھو' ہمارا لشکر رحم کھانے والا نہیں' بلکہ برباد کر دینے والا ہے۔ ہمارا مقصود ملک گیری نہیں' بلکہ انتقام ہے' ہماری تلوار سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ ہم سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ بحر و بر پر ہماری سلطنت ہے۔ ہماری ہیبت و دہشت سے دنیا کانپ اٹھی ہے۔ ہمارے قبضے میں تمام خلفاء و امراء ہیں۔ اب ہم تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں۔ اب تم بھاگ سکتے ہو تو بھاگو' ہم تمہارا پیچھا کر رہے ہیں۔"

یاد رہے کہ کسی بھی جنگ کا خاتمہ محض فتح مندی سے نہیں ہوتا۔ فوجی فتح کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی فتح کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ہلاکو نے جب بغداد پر قبضہ کیا تو اخلاق و ضمیر اس کے ساتھ نہ تھا' مگر کچھ ہی عرصے بعد اس کی پوری قوم نے اخلاق و ضمیر پر عمل کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا تھا۔ (بشکریہ ماہنامہ 'دینی مشن' نئی دہلی)

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن کو سیکھیں اور سکھائیں (القرآن)
شعبہ سمع و بصر کی ایک اور پیشکش
بیان القرآن DVDs
بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا
ترجمہ قرآن اب DVD میں دستیاب ہے
بہترین آڈیو اور ویڈیو کوالٹی
تعداد DVDs = 27 (چار گھنٹے فی DVD)
قیمت = -/2900 روپے
مکتبہ خدام القرآن
قرآن اکیڈمی' 36 کے ماڈل ٹاؤن' لاہور فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
ویب سائیٹ: www.tanzeem.org ای میل: maktaba@tanzeem.org

اخوان رہنما شہادت گاہ میں

(نصف صدی قبل کی ایک تحریر۔۔۔۔جو آج بھی تحریکی کارکنوں کو جذبۂ جواں عطا کرتی ہے)

تختۂ دار محبت کی سزا ٹھہری ہے
جان لینا میرے قاتل کی ادا ٹھہری ہے

7 دسمبر 1954ء کو یعنی آج سے ٹھیک پچاس سال قبل...... مصر کے صدر اور مردِ آہن کرنل جمال عبدالناصر نے اخوان المسلمین کے چھ عظیم المرتبت رہنماؤں کو اس الزام میں کہ انہوں نے اُس کے قتل کی سازش کی تھی' اپنی ہی تشکیل کردہ فوجی عدالت کے فیصلہ کے تحت تختہ دار پر چڑھادیا۔

بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی مصنف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

اور

نرالی ہے عدالت مدعی خود جس کے قاضی ہیں
یہاں جو بے خطا نکلے اُسے چھوڑا نہیں کرتے

ٹھیک دو سال کے بعد یعنی دسمبر 1956ء میں' میں نے اس سلسلہ میں ایک مضمون تحریر کیا جو روزنامہ ''جنگ'' کراچی کے 10 دسمبر میں کے سنڈے ایڈیشن میں ادارتی صفحہ پر نمایاں شائع ہوا۔ ذیل میں وہ مضمون دیا جارہا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس مضمون کی اشاعت کے پانچ روز بعد یعنی 15 دسمبر 1956ء کو میری شادی خانہ آبادی ہوئی۔

(قاضی عبدالقادر)

''7 دسمبر...... آج سے ٹھیک دو سال قبل اسی تاریخ کو مصر کی سرزمین شہدائے حق کے خون سے لالہ زار کی گئی تھی۔ مصر کے فوجی آمروں نے قوت واقتدار کے نشہ میں بدمست ہو کر عالم اسلام کے زبردست احتجاج کو ٹھکراتے ہوئے جن اخوان رہنماؤں کو تختۂ دار پر لٹکایا تھا وہ مصر ہی کے نہیں پورے عالم اسلام کا مایۂ ناز سرمایہ تھے۔ شہادت کی موت اُن کے لئے کتنے ہی بلند مراتب کا باعث کیوں نہ ہو' عالم اسلام کے لئے یہ ایک عظیم حادثہ تھا۔ اگرچہ اس حادثہ کو آج دو سال ہورہے ہیں مگر اُمت کے سینہ کا گھاؤ آج بھی تازہ ہے اور اس گھاؤ سے آج بھی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں اور نہ جانے اُمت کا دل اس پر کب تک تڑپتا رہے گا۔

یہ خون ہے مظلوموں کا ضائع تو نہ جائے گا لیکن
کتنے وہ مبارک قطرے ہیں جو صرف بہاراں ہوتے ہیں
جو حق کی خاطر جیتے ہیں مرنے سے کہیں ڈرتے ہیں جگر
جب وقت شہادت آتا ہے دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں

چنانچہ جب اخوان کے بلند مرتبت رہنماؤں کو پھانسی کا حکم سنایا گیا تو اُن کے دل شہادت کی خوشی میں سینوں میں رقص کررہے تھے۔ آیئے ماضی کے آئینہ میں اُن شہدائے حق کی زندگی کے آخری نقوش ملاحظہ کریں۔

سب سے پہلے اخوان کے نمایاں کارکن محمود عبداللطیف کو تختہ دار کی جانب پابجولاں لایا گیا۔ اُن پر الزام تھا کہ انہوں نے جمال عبدالناصر پر گولی چلائی تھی۔ اُن کے چہرہ پر بشاشت تھی۔ انہوں نے پھانسی کا پھندا لگنے سے قبل کہا کہ ''میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے شہادت نصیب فرمائی''۔

ان کے بعد اسماعلیہ کے یوسف طلعت کو لایا گیا۔ یہ شام کی تنظیم کے نگرانِ اعلیٰ تھے۔ یہ شخص تحمل و بردباری کے اس مقام پر فائز تھا جس کی بلندی تک فائز ہونا تاریخ میں چند انسانوں کو حاصل ہوا ہے۔ انہیں جیل میں اس قدر پیٹا گیا کہ جب شہادت کے لئے عدالت میں آئے تو کھڑے ہونے کے قابل نہ تھے۔ اُن کی ایک آنکھ بے رحمانہ تشدد سے سیاہ ہو چکی تھی۔ اس وقت اس مقدس انسان کے ہاتھوں کو پشت پر کسا ہوا تھا۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ یوسف طلعت مسکرا رہے تھے۔ تختۂ دار پر چڑھنے سے قبل جمال ناصر کے نمائندہ فوجی افسر نے پوچھا:

فوجی افسر: ''کیا آپ کی کوئی آخری خواہش ہے؟''

یوسف طلعت: ''ہاں صرف یہ کہ مجھے اپنے رب کے حضور آخری سجدہ کرنے (نماز پڑھنے) کی اجازت دی جائے''۔

فوجی افسر: ''صرف دومنٹ''۔

اس مردِ حق آگاہ نے صرف دومنٹ میں نماز صبح ادا کی۔ رب سے مناجاتیں کیں اس کے حضور سجدہ ریز ہو کر اپنے اور ملت اسلامیہ کے لئے پُرسوز دعائیں کی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو دو قوی ہیکل آدمیوں نے جو سیاہ کوٹ پہنے ہوئے تھے یوسف طلعت کو تختۂ دار پر کھڑا کیا۔ یوسف طلعت نے ایک ثانیہ میں ماحول کا جائزہ لیا۔ انہیں یقین ہونے لگا کہ یہ وقت اپنے مالک حقیقی کے سامنے دعا کرنے کا ہے۔ اس وقت کی دعا مستجاب ہوگی۔ پھانسی کے تختے کھلنے سے پہلے انہوں نے کہا: ''خدا مجھے معاف کرے''۔ لیکن اس جملہ پر رقیق القلب' مگر جواں ہمت یوسف طلعت رکے نہیں۔ اُن کے محبت اور رحمت بھرے دل نے انہیں اس پر مجبور کر دیا کہ وہ ان لوگوں کے لئے بھی دعا کریں جو انہیں محض ظلم کی بنا پر تختہ دار پر کھینچ رہے تھے۔ انہوں نے مزید کہا: ''اور اُن لوگوں کو بھی جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے''۔

ہمیں یقین ہے کہ جلادوں اور اس فوجی افسر کا دل دہل گیا ہوگا جو اس ڈیوٹی پر متعین تھا کہ اس سفید ریش بزرگ کا دل بے پایاں سمندر ہے جس میں اپنے قتل کرنے والوں کے خلاف نفرت کی بجائے شفقت کے جذبات موجزن ہیں۔ یہ دعائیہ کلمات پورا ہوا ہی تھا کہ پھانسی کے تختے کھڑاک سے الگ الگ ہوئے اور یہ بزرگ پھانسی کے تختہ میں لٹک گئے۔

ہنداوی دویر

ان کے بعد اخوان کے نمایاں کارکن ہنداوی دویر (ایڈووکیٹ) کو لایا گیا۔

فوجی افسر: کیا آپ کی کوئی خواہش ہے؟

ہنداوی دویر: شکریہ! میری کوئی خواہش نہیں۔ میں نے کرنل ناصر سے آخری درخواست کی تھی کہ مجھے ناحق قتل نہ کیا جائے۔ اُس نے میری درخواست نامنظور کر دی۔ اب مجھے کسی چیز کی آرزو نہیں''۔

ہنداوی دویر کو تختۂ دار پر کھڑا کیا گیا۔ انہوں نے گرج دار آواز میں کہا: ''خدایا! تو ہی عظیم ہے' بزرگی و برتری تیرے ہی لئے ہے''۔ ادھر اللہ کی عظمت کا ترانہ پورا ہوا کہ ادھر پھانسی کے پھندے میں ان کا جسم تڑپ رہا تھا۔

ابراہیم الطیب

ان کے بعد جواں بخت' جواں سال' جواں ہمت' مردِ حق آگاہ ابراہیم الطیب (جو اخوان کی قاہرہ زون کی خفیہ تنظیم کے سربراہ تھے) شہادت گاہ کی طرف لائے گئے۔ جرأت' ہمت اور اسلام کے لئے جاں نثاری کے اس مجسمہ کو

جب مشکیں کسی ہوئی اور ننگے پاؤں کی کیفیت میں تختۂ دار پر لایا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی کسی عزیز ترین گم شدہ متاع کو پا گئے ہیں اُن کا دل یقین سے بھرا ہوا تھا۔ اس مجاہد نے سینکڑوں راتیں اخوان کی تربیت گاہ میں کاٹی تھیں اور تعلق باللہ کی جو عملی مشق انہیں حاصل تھی وہ تختہ دار پر خوشگوار ثمر لا رہی تھی۔ اُنہوں نے تختہ دار پر کامل یقین اور ناقابل شکست وثوق کے ساتھ فرمایا: ''میں ایک مسلمان کی حیثیت سے مروں گا۔ میں خوش ہوں کہ شہادت کی موت مر رہا ہوں''۔

اس ایمان پرور جملہ کے معاً بعد ان کا ذہن ناصر کی عدالت اور پھانسی کے تختہ سے بہت آگے اس میدان کی طرف منتقل ہو گیا جس میں لمن الملک الیوم پکارنے والا اجبار قہار، جابروں اور مجبوروں کے معاملات کا فیصلہ فرمائے گا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اس عادل خدا کی ہمہ گیر عدالت کا سماں بندھ گیا۔ وہ پکار اٹھے اور یہ پکار اُن کی زندگی کی آخری پکار تھی: ظالم اور مظلوم دونوں خدا کے روبرو پیش ہوں گے''۔ یہ کہا اور اپنے رب سے جا ملے۔

مجاہد اعظم شیخ الغزالی:

اب الاخوان المسلمون کی ایگزیکیٹو کے رکن اور اسلام کے بطل جلیل محمد فرغلی الغزالی کی باری تھی۔ یہ وہ عظیم انسان تھا جس سے انگریز جیسی قوت لرزہ براندام تھی اور اُن کی تلاش کے لئے پانچ ہزار پونڈ کا انعام انگریزوں کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا۔ آہ! بدبخت ناصر نے اسلام کے اس عظیم مجاہد کو پھانسی دینے کا فیصلہ کیا جسے قتل کرنے پر برطانوی افواج قدرت نہ پا سکی تھیں اور جس نے گوریلا حملوں سے سویز کے علاقے میں اُن کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔

پھانسی کے قریب جب انہیں لایا گیا تو اُن کی عظمت و ہیبت کا عجیب سماں تھا۔ کسی کو ان سے گفتگو کی ہمت نہ پڑ رہی تھی۔ وہ کوہ وقار دکھائی دیتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پھانسی کے تختہ سے دور بہت دور اپنے اور انہیں قتل کرنے والوں کے انجام پر غور کر رہے تھے۔ وہ خاموش تھے اور مکمل خاموش لیکن اُن کی یہ خاموشی ہی سب پر ہیبت طاری کر رہی تھی۔ یہ سکوت الفاظ سے زیادہ پُرشکوہ اور موثر تھا۔ آخری لمحہ تک آپ نے کوئی بات کسی سے نہیں کی۔ انجام کار ملت اسلامیہ کا یہ عظیم فرزند تختہ دار پر لایا گیا۔ جلاد نے لرزتے ہاتھوں سے پھانسی کے رسے کو کھولا اور یہ بطل جلیل اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا۔

الشیخ عبدالقادر عودہ

سب سے آخر میں اسلام کا وہ فرزند تختۂ دار پر لایا گیا جن کے بارے میں آج کی ملت کے اکابر کا یہ اجماع ہے کہ وہ اسلامی قوانین کی مہارت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے (موصوف اخوان کے جنرل سیکرٹری تھے) اس وقت وہ شخص پھانسی کے جھولے پر سوار ہونے والا ہے جو اپنی عمر کے آخری حصہ میں دنیا بھر کے ''فوجداری قوانین'' کو اسلام سے فروتر ثابت کرنے اور اسلام کے قانون کے مفید ہونے کی ریسرچ کر رہا تھا (موصوف عدالت عالیہ کے جج رہ چکے تھے)۔ ہاں، وہی عظیم انسان جسے بلاشبہ اس دور کا ''خبیب'' کہا جا سکتا ہے۔ جب ان کو پھانسی کے تختہ کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو وہ جھوم جھوم کر اشعار گنگنا رہے تھے۔ وہ فرما رہے تھے:

''میں خوش ہوں کہ خدا سے ملنے جا رہا ہوں، میں بستر پر مروں یا میدان کارزار میں جان دوں، میری روح آزاد فضا میں پرواز ہو یا قید و بند کی حالت میں، اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ ہم سب کو ایک روز اپنے پروردگار سے ضرور ملنا ہے''۔

ملت اسلامیہ کا یہ مایۂ ناز مدبر و عہد حاضر کا عظیم المرتبت عالم دین اس حالت میں پھانسی کے تختہ کی طرف لایا گیا کہ وہ ہاتھ جو اسلامی قوانین کی برتری کے لئے کتابیں لکھا کرتے تھے اور وہ بازو جو میدان جہاد میں کفار کو اسلام پر حملہ آور ہونے سے روکنے کے لئے بے چین رہتے تھے اس وقت انہیں پشت کی جانب باندھا گیا تھا۔ فوجی افسر نے کہا: ''ہم عبدالقادر عودہ کو سزائے موت کی حکم کی تعمیل میں تختہ دار پر چڑھائے جانے کا حکم دیتے ہیں''۔

عبدالقادر عودہ نے ان الفاظ کو سنا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گہری سوچ میں پڑ گئے۔ یہ سوچ اپنے لئے موت کے حکم پر نہ تھی۔ وہ تو پہلے ہی سے اس کے لئے آمادہ تھے اور اس گھڑی کے لئے منتظر بھی...... ہاں وہ اس بات پر سوچ رہے تھے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوگا جو آج اسلام کے مخلص خادموں کو بے رحمانہ موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں کیا یہ اسلام کے چمکتے ہوئے سورج کی ضیاء پاشیوں کو اپنے مظالم سے تادیر روک سکیں گے۔ ان امور پر غور کرنے کے بعد معاً وہ چلا اٹھے: ''میرا خون انقلابی لیڈروں کے لئے ایک بدعا ثابت ہوگا''۔ جب انہیں تختۂ دار پر چڑھایا گیا تو ان کے چہرے پر بشاشت ایمانی اور انوار الٰہیہ کا پرتو نظر آ رہا تھا۔ وہ خوشی و مسرت سے جھوم رہے تھے۔ انہوں نے تختۂ دار پر فرمایا: ''میں ایک مسلمان اور شہید کی حیثیت سے مر رہا ہوں۔ مجھ پر یہ جرم عائد کیا گیا ہے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا''۔ ادھر یہ کلمات ادا ہوئے اُدھر جلاد نے پھانسی کا رسہ ڈھیلا چھوڑا، جڑے ہوئے تختے الگ الگ ہوئے اور شہید کی نعش تڑپ رہی تھی۔

——اور——

راہ حق کے یہ شہید اپنے خون سے اسلامی دعوت کے درخت کو سرسبز و شاداب کر گئے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان شہداء کی قربانیوں کو قبول کر کے انہیں شہدائے بدر و احد کی صفوں میں شامل کرے اور ان کے ان ہزاروں ساتھیوں (جن میں الاخوان المسلمون کے مرشد اعلیٰ جناب حسن الہدیبی بھی شامل ہیں، جنہیں پہلے سزائے موت سنا کر بعد میں اسے عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا) کی نجات کا راستہ کھولے جو مصر کی جیلوں میں تنگ و تاریک کمروں میں عرصۂ دو سال سے ناصر حکومت کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصر کے فوجی آمروں کو اپنے دشمنوں اور دوستوں میں امتیاز کرنے اور بے گناہوں پر ظلم و ستم کرنے سے دستکش ہونے کی توفیق عطا فرمائے''۔

نوٹ: عالمی اخبارات کے نمائندوں نے موت کی سزاؤں کا عینی مشاہدہ کیا اور ملزموں کی اس حیرت انگیز جرأت و شجاعت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کا انہوں نے تختہ دار پر مظاہرہ کیا تھا روزنامہ ''فرانس سوار'' فرانس کا سب سے بڑا اخبار ہے اس کا نمائندہ جان لاکویٹر وہاں موجود تھا اس نے اپنے اخبار میں اس حادثے کی تفصیلات نقل کی ہیں۔ اس نے رپورٹ میں جس کا عنوان ہے ''تختہ دار کی طرف بڑھنے والوں کی جانب سے درسِ شجاعت و غیرت''۔ مکمل تفصیلات درج کی ہیں۔ مندرجہ بالا مضمون اسی رپورٹ کی بنیاد پر تحریر کیا گیا ہے۔

آہ! حاجی محمد اشرف صاحب بھی چلے گئے

تنظیم اسلامی پیرس کے امیر حاجی محمد اشرف مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم تنظیم اسلامی کے دیرینہ رفیق اور نہایت فعال کارکن تھے۔ عرصہ دراز سے مقامی امیر کے منصب پر فائز تھے۔ مرحوم انتہائی ملنسار اور خوش طبع تھے، ہر دم ایک دلکش مسکراہٹ ہر ملنے والے کو بھی خوشگوار کر جاتی۔ ایسی مسکراہٹ اب کہاں ملے گی؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اُن کی لغزشوں سے درگزر فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس عطا فرمائے اور لواحقین کو اس عظیم اور اچانک صدمے کی کیفیت میں صبر جمیل عطا فرمائے آمین یارب العالمین!

رفقاء و قارئین ندائے خلافت سے اُن کے حق میں دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

(شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

اُسرہ غالیگے سوات میں خصوصی دعوتی پروگرام

مسجد جی پی آئی سوات میں ختم القرآن تراویح کے سلسلے میں ایک سادہ مگر حد درجہ روحانی اور پُر وقار محفل (150 افراد پر مشتمل جن میں اکثریت طلباء کی تھی) منعقد ہوئی۔ مہمانِ خصوصی جناب غلام اللہ خان حقانی صاحب نے ''ختم القرآن کمیٹی'' کی پُرخلوص دعوت پر ''قرآن اور روزہ'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ سامعین نے بڑی دلجمعی اور توجہ سے یہ خطاب سنا۔ مولانا نے فرمایا: روزے کا مقصد ''تقویٰ'' کا حصول ہے جو اس طرح پورا ہوتا ہے کہ دن کے وقت نفس پر جبر کر کے حلال چیزوں سے بھی منع رہے اور اس مجاہدہ کی بدولت روح جو نفس کے تلے دبی ہوئی تھی ذرا بیدار ہو اور رات کو تراویح کے دوران اس پر آیاتِ الٰہی کی بارش سے اس (روح) میں تازگی پیدا ہو۔ جب روح کو اٹھنے کا موقع ملتا ہے تو پھر انسان حیوانی سطح سے بلند ہو کر ملکوتی صفات کا حامل بن جاتا ہے۔ مولانا حقانی صاحب نے آخر میں خطیب مسجد' پرنسپل کالج ہذا' حافظ قرآن اور ختم القرآن کمیٹی کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے کلمات خیر فرمائے۔

اس کے بعد پرنسپل صاحب نے اپنے بیان میں مولانا صاحب کے خطاب پر ہر اس قسم کے تاثرات سامعین کے سامنے رکھے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا میں نے یہ جانا گویا یہی میرے دل میں ہے

ذاکر اللہ صاحب کی نعت سے سامعین محظوظ ہوئے۔ حافظ گل سید (Lect.in.ISP) نے جامع دعا پر تقریب ہذا کا اختتام فرمایا۔ ''کمیٹی ختم القرآن'' کے اراکین نے سب کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دیں۔ آمین یا رب العالمین۔ (تحریر: حبیب علی)

اکتوبر۔ نومبر میں تنظیم اسلامی گوجر خان کی سرگرمیاں

اکتوبر۔ نومبر میں تنظیم اسلامی گوجر خان بہت زیادہ سرگرم رہی۔ 2 اکتوبر بروز ہفتہ بعد نماز مغرب بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطاب جامع مسجد العابد میں طے پایا۔ جس کے لئے رفقاء نے جانی و مالی ہر لحاظ سے تعاون کیا۔ تشہیر کے لئے پوسٹرز' بینرز' ہینگر بینرز اور دعوت نامے استعمال کئے گئے۔ رفقاء نے پورے شہر اور تمام اہم قصبوں میں تشہیر کے لئے پوسٹر اور بینرز لگائے۔ اس کے علاوہ کیبل چینلز اور اخبارات کو بھی استعمال کیا گیا۔ پروگرام وقتِ مقررہ پر شروع ہوا اور تلاوت اور نعت شریف کے بعد ڈاکٹر صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ آپ نے اپنے موضوع ''نجات کی واحد راہ'' کے لئے سورہ صف کے دوسرے رکوع کی پہلی دو آیات کی تلاوت کی اور ان آیات کی روشنی میں ایمان اور جہاد پر تفصیل سے خطاب کیا۔ سب سے پہلے آپ نے ایمان کی قانونی اور حقیقی حیثیت کو واضح کیا اور ایمان حقیقی میں گہرائی پیدا کرنے پر زور دیا۔ اس کے بعد جہاد کے مراحل پر بحث کی اور خاص طور پر اقامت دین کے لئے جدوجہد کرنے کی اہمیت واضح کی۔ آپ کا خطاب تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ آپ کا خطاب کم و بیش ایک ہزار افراد نے سنا۔

15 اکتوبر کو استقبالِ رمضان کے سلسلہ میں صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے ایک پُرجوش اور سینئر رفیق قاضی فضل حکیم صاحب نے اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ موضوع رمضان' روزہ اور قرآن تھا۔ آپ کا خطاب سننے کے لئے رفقاء و احباب کی ایک بڑی تعداد مسجد العابد میں موجود تھی۔ آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ''دن کا روزہ اور رات کا قیام'' پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اپنی بات کو واضح کرنے کے لئے اشعار سے بھی مدد لی۔ جمعہ کی نماز کے بعد آپ نے رفقاء سے بھی خطاب کیا۔

گزشتہ برسوں کی طرح اس برس بھی مسجد العابد میں دورہ ترجمۃ القرآن کی محفل ہوئی۔ ترجمہ کی سعادت مقامی امیر جناب مشتاق حسین صاحب نے حاصل کی۔ اس بار ترجمہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ پہلے تقریباً ایک گھنٹہ ترجمہ ہوتا پھر 20 رکعت نماز تراویح ادا کی جاتی اور چائے کے وقفہ کے بعد باقی ترجمہ ہوتا۔ اس طرح تقریباً رات گیارہ بجے پروگرام اختتام پذیر ہوتا۔ نماز تراویح سے قبل اوسطاً 70 افراد ترجمہ سننے کی سعادت حاصل کرتے اور بعد نماز تراویح اوسطاً 35 افراد حاضر رہتے۔

دورہ ترجمۃ القرآن سے زیادہ سے زیادہ افراد کو مستفید کرنے کے لئے پچھلے سال کی طرح اس بار بھی اجتماعی اعتکاف کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ جس سے 25 افراد نے فائدہ اٹھایا جن میں سے اکثر شہر کے دور دراز علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ معتکف افراد کی تربیت کے لئے دن کے اوقات میں بھی پروگرام ترتیب دیئے گئے۔ نماز ظہر سے قبل تجوید' بعد نماز ظہر ارکان اسلام و روزہ کے مسائل اور بعد نماز عصر مختلف کتب کا مطالعہ کرایا گیا۔

ختم القرآن کی محفل 29 ویں شب کو ہوئی۔ جس سے بیروت سے تعلق رکھنے والے جناب نیاز حسین عباسی صاحب نے خطاب کیا۔ آپ نے مکی اور مدنی قرآن کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے احسن انداز سے اقامت دین کی جدوجہد کرنے پر زور دیا۔ اس محفل میں تقریباً 200 افراد نے شرکت کی۔

15 اکتوبر کے خطاب جمعہ کے بعد اور رمضان المبارک کے دوران ڈاکٹر صاحب کی کئی کتب مختلف افراد میں تقسیم کی گئیں۔ ان دو مہینوں کے دوران کل 15 افراد نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام افراد کی محنت کو قبول فرمائے (آمین) (رپورٹ: ندیم مجید)

''عید الفطر کی تقریب سعید''

اب کے برس بھی پاکستان کی خوشحالی کے غمخوار و توپ بردار برسر اقتدار سربراہان' قوم کے عظیم دانشوروں' مشائخ عظام' علماء کرام اور مفتیانِ اسلام' خاص کر الیکٹرونک میڈیا پر قابض ستائیش باہمی کی انجمن کے رنگیلے فنکاروں اور روشن خیال اسلام کے دار العلوم مشرفیہ جی ایچ کیو کے فارغ التحصیل قائدین کا ''جشن عید'' امت محمدیہؐ کو آنسو رُلانے کے لئے خوب رہا۔

جب چیچنیا' افغانستان' عراق' وزیرستان (جنوبی) فلسطین اور وادیٔ کشمیر اپنے غیرت مند جواں سال بیٹوں کے بے گور و کفن لاشوں پر خون کے آنسو بہا رہی تھیں۔ بھوک اور بیماری کے مارے معصوم بچوں کی چیخیں عرش بریں کو رُلا رہی تھیں۔ ہماری بیٹیوں اور بہنوں کی عزت و عصمت طاغوتی درندوں کی شیطنیت کی نذر ہو رہی تھی تو اُس وقت ہمارے ایوانِ اقتدار میں عید ملن کے رنگا رنگ پروگرام ہو رہے تھے۔

آج اسلامی ممالک کے حکمران اور ان کے حواری' درباری چیلے' دینی بے غیرتی اور اسلام بیزاری کا مقابلہ جیتنے کے لئے اپنے تن من کی بازی لگا رہے ہیں۔ جب شعار دین کی حفاظت تو کیا دین اسلام سے نسبت ہی وقت کے طاغوت اعظم اور اس کی معنوی ذریت کے غیض و غضب کو دعوت دینا قرار پائے تو مومن طاؤس و رباب نہیں' تسبیح' مصلےٰ ڈھونڈتا ہے۔ گلے میں تلوار لٹکا کر اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتا ہے' اپنے گناہوں پر ندامت اور توبہ کا اقرار کرتا ہے' اپنے اعمال کی اصلاح کا عہد کر کے اللہ کے دشمنوں کو اللہ کے بھروسے پر للکارتا ہے' اللہ کے دین کا محافظ بن جاتا ہے اور تن من اسی جدوجہد میں جھونک دیتا ہے۔

آیئے اس ذلت سے نجات کی خاطر تجدید ایمان' توبہ اور تجدید عہد کر کے ''اقامت دین' کی جدوجہد میں اپنا سب کچھ لگا دیں۔ ان شاء اللہ جلد وہ وقت آئے گا کہ ہم عید منائیں گے۔ ''عید'' اللہ کی نعمت بن کر آئے گی اور ہم رب ذوالجلال کے حمد و شکر کے ترانے گاتے ہوئے خوشیاں منائیں گے۔ اور اگر اصلاح احوال کی فکر نہ کی گئی تو اس طرح ''عالم آن لائن'' کی لائن لگتی رہے گی۔

خزاں رکھے گی درختوں کو بے ثمر کب تک
گزر ہی جائے گی یہ رُت بھی حوصلہ رکھنا

ملک خدا بخش' امیر تنظیم اسلامی سرگودھا

دعائے مغفرت

اُسرہ نوشہرہ کینٹ کے رفیق تنظیم میاں عامر معین کے بہنوئی صاحب وفات پا گئے ہیں۔ رفقاء و احباب سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

not easy without giving due recognition to the work they have undertaken.

The other problem has been, and continues to be, that many important reformists in the US are still under the influence of extremely hostile "mainstream" media. Alex Jones, for example, would present conclusive evidence that the federal government was responsible for the 1995 Oklahoma City bombing, but it would not be easy for him to untangle his story from some mysterious Middle Eastern man. Commentator in another documentary (http://www.informationclearinghouse.info/article6847.htm) has clearly separated Muslims and Islam in the final comments from what happened on 9/11.

Recognize the Reformists and their point of view

Another obstacle has been the assumptions of non-American theorists and policymakers have made that the US is all about Washington, CNN, ABC, NBC, New York Time, Washington Post, Times and Newsweek. They think that the rest of American rejects and refuse to accommodate other ways of life in exactly the same way as the totalitarian ideologues in power do. The outside world believes that opinions and views outside Washington's line of thinking are having such a minority position in the US that it does not make sense to link oneself to its prospects and proponents.

This is factually incorrect. The alternative and reformist views have managed to hold power, legitimacy, and even popularity. Alternative movements have gained huge following too, but the system is geared toward sustaining the two party dictatorship in such a way that no other group can easily make an inroad. Martim L. Gross's book, "A Call for Revolution," explains this problem in great detail.

The way anti-war movements are brushed aside before and after the war shows that neo-conic totalitarianism, when it is no longer in an oppositional role but holds power, tends to alienate large segments of the population with the oppressiveness and rigidity of its approach. If the outside world cannot position itself to enhance that alienation and utilize the backlash effect, it can at least give moral support to the groups struggling for peace and justice. All it needs is recognition. This global recognition can go along way. Populations that are exposed to the repressive ideologies of Bush, Cheney, Frum and Co. can respond by finding the reformists' views and solutions attractive.

Reject the overt and covert neo-cons

We know that the overt and covert neo-cons are hostile to peaceful coexistence of different ways of life; that their overall goals and visions are incompatible with the majority of world population; and that they oppose any system and way of life more vigorously which they feel can present an alternative to their perfected form of tyranny and exploitation.

In the past, some experts have felt that the neo-cons is a fringe group and it may be possible to avoid them. But the way the 9/11 inquiry is conducted and the way lies — used to invade and occupy two sovereign countries — are still being down the throats of others without any sense of shame or remorse show that the situation is far grave than one could imagine.

By now the world must realize that neo-cons remain in control, no matter which party rules. Neo-cons have been at work since long. They have set up a mindset that accepts invasions, indiscriminate bombings of civilians, genocidal sanctions, Abu Gharib kind of human rights abuse and torture and above all occupation. Neo-cons don't have horn on their head. Almost everyone, particularly in the media, academia and politics, who supported the administration in genocidal sanctions, invasions and occupations is neo-cons to one or another degree. Thus, accommodation with neo-cons is not currently thought to be available choice.

A number of authors believe that neo-cons hostility to the world and to Muslims primarily reflects anger over some aspects of some Muslims' views and actions towards the US and its allies. It is important to be aware that, while such concerns play a part, neo-conic totalitarianism represents a basic and total rejection of justice and fair play, and of the core values and international laws and institutions. It wants to break the neck of any way of life or a system that has the potential to present an alternative model to the prevailing tyranny in the US. They believe in just one way of life that suits the world mastering demi-gods and their capitalism, which cannot survive without expansion. Capitalism has to expand to survive of it will dry up and wither away. That is what the globo-tyrants cannot afford.

Just because words such as freedom, democracy and liberation are in frequent use, it does not mean that the totalitarian ideologues are really interested in governments of the people, for the people and by the people.

The Danger of Domestic Backlash

Following Washington and ignoring the emerging forces in the rest of American entails domestic backlash in countries which has strongly allied themselves to Washington. Neo-conic totalitarianism is highly critical of, and often insulting toward, non-neocon culture, religion and ways of life. So, it would take considerable forbearance for the rest of the world to seem to accept the criticism that the rest of the world is depraved and shallow, that only Islam's history has been oppressive, and that it is to blame for many of the problems the rest of the world experiences, while going to great lengths to show admiration for Washington's point of view. The cover neo-cons, such as Thomas Friedman of the New York Times, went to the extreme of declaring a war on France for its refusal to join an illegitimate war on Iraq.

In the United States, the solidarity as a result of the general shock over the September 11 is waning in the wake of ongoing state of emergency, war, and terror preparedness. Support for a wide range of government measures intended to ensure security is gradually turning into a backlash, however, slower it may be in coming. This will hurt all allies of Washington for their support in slaughtering thousands of innocent as a result of lies and an illegitimate war.

Spain has shown how voters and intellectuals alike are already showing an incipient negative reaction to what they perceive as an excessively naïve embracing of Washington's neo-conism on the part of some Western political leaders. It used to be some fringe elements of the European political spectrum that tended to be wary of Washington's policies.

Worries of alliance with Washington have already spread to wider segments of the population. According to BBC report, Europe's leaders may be divided on the Iraq crisis, but the majority of people across the continent are united in their opposition to war, polls suggest. More than 87% of Germans oppose war on Iraq.[58] Only 6% said they thought President George W Bush and Co. were concerned with "preserving peace". Protesters from London to Rome took to the streets to voice opposition to a war with Iraq.[59] Pulling down Bush's statue in Trafalgar Square was not merely symbolic in nature, it show how people will react if given a change and opportunity to do so.

(continue)

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 45

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

The war within America IV

Conclusion:

The reformists in many garbs actively seek far-reaching changes to the current orthodox understanding and use of force in American policy at home and abroad. They want to eliminate the harmful ballast of local and international tradition that has, over the centuries, intertwined itself with Zionism. They further believe in the historicity of the government mechanism, i.e., that governance as it was practiced in the days of its founding fathers reflected non-intervention as well as historical circumstances that were appropriate to that time but are no longer valid.

They think it is possible to identify an "essential core" of American belief; further, they believe that this core will not only remain undamaged but in fact will be strengthened by changes in foreign policy based on justice, even very substantial changes, that reflect changing the undue sponsorship of Israeli terrorism, support of Muslim dictators, and other historical circumstances.

The things that reformists value and admire most about American values tend to be quite different and more abstract than the things the overt and covert neo-cons value. Their core values—the primacy of the justice and fair play and an international community based on mutual respect, responsibility, equality, and freedom—are easily compatible with an America that wants to be the world leader.

Each of these outlined positions takes a characteristic stance on key issues of controversy in the contemporary American debate. And their "rules of evidence" for defending these positions are also distinct, as sketched above.

Reformists under the influence of so-called mainstream media accept the correctness of US policies, even when they conflict with today's norms and values, on the principle that the original American ideals represent the absolute ideal, but they no longer necessarily attempt to sanction all of the unjust practices. Often, however, their reason for this is not that they would not like to do it, but that they assess it to be temporarily or permanently unrealistic to do so. They rebut practices of the ruling elite that are problematic in today's world.

The uninfluenced reformers do not see the present practices of the US administrations as just and which the US can afford to continue for too long. They prohibit the interventionist, preemptive and dominating approach that conflict with the principles of justice, morality, international law.

There are ironic similarities in the way those reformers which are influenced by "mainstream media" and those who have independent thinking approach the issue of terrorism and change. They both blame the US government for 9/11 and other terrorist incidents in the US. The only difference is that the former believes the US government used or let Muslims do it, while the later clearly establish that Muslims have nothing to do with these inhuman activities. Both, however, agree that the government has been over taken by a zealous minority of elite that has to go.

Reformers envision a global village an American society in which nations and individuals express their piety in a way each finds meaningful, decide national and personal moral matters and lifestyle issues on the basis of their own cultural and religious backgrounds — not as America dictates them, seek to lead lives out of their own conviction rather than Washington's compulsion, and base their political system on principles of justice and equality — not on the principles that suites a minority of tyrants sitting in high places.

The system the reformers propose for the US should coexist peacefully with other orders and religions without labeling any of them as evil and incompatible. The uninfluenced reformers find concepts within American tradition that support the right of other nations to live as they like without taking dictation from the globalist totalitarians in Washington. They recognize other peoples' right to live by their religious and other traditions and to make changes and revisions to basic laws and texts on their own without outside interference and intervention.

Outsiders have to be mindful of the different forces at work within the US. When governments and people abroad appear to endorse the official story about 9/11, for example, considering this to be a straight forward matter of terrorism that cheaply enable the US to take action against terrorists, they are in fact unwittingly taking a major stand on a central, wildly contested core issue in the US. They are aligning themselves with the extreme end of the spectrum, with the fundamentalists and the neo-cons ideologues, against the reformists who conclusively prove that things are not as simple as they appear in the official story. Once this complexity is understood, the road to finding the real culprits is paved giving the world an opportunity to take itself out of the clutches of those who have taken it for a ride.

RECOGNIZING FORCES THAT WORK FOR TRANSFORMING THE U.S. INTO LAW ABIDING AMERICA

Promoting rule of law, justice and fairness in the US — which claims to be the flag bearer of goodness — and assisting constructively in the US transition to accountable government look to be impossible undertakings. Each of the groups described above presents different challenges and prospects when we examine their potential in the context of a peaceful world order. "Weighing in" on an ongoing dialogue over values requires us to consider our purpose carefully, to avoid unintended consequences.

Although there are some ambiguities, a peaceful world order is premised on the principles of justice, fairness and non-undue and unilateral interference. It follows that the reformists should be our most natural allies in the US. Although they are not known as reformists, but what they propose for accountability of the US government and ending two party dictatorship run a select interest groups make them reformists in all respects. They have established radio station and web sites. They are engaged in extensive research and reach a vast majority of public. The problem they face is the mindset that the so-called mainstream media has consolidated over a long period of time. Penetrating it is